REGISTRED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57 —
POSTEL REGISTRATION NO P.N.D.P.6

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۳۸ — شمارہ ۱۶-۱۷

ایڈیٹر: عبدالحق فضل
نائب: قریشی محمد فضل اللہ

شرح چندہ: سالانہ ۶۰ روپے، ششماہی ۳۰ روپے، ممالک غیر ۲۵۰ روپے بذریعہ بحری ڈاک، فی پرچہ ایک روپیہ پچیس پیسے

The Weekly "BADR" QADIAN. 143516.

۱۳ رمضان ۱۴۰۹ ہجری — ۲۰ شہادت ۱۳۶۸ ہش — ۲۰-۲۷ اپریل ۱۹۸۹ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۲۰ شہادت (اپریل) سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بارہ میں لندن سے تازہ ترین اطلاع مظہر ہے کہ حضور بفضل اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر و عافیت ہیں، اور مصروفیات دینیہ سرانجام دینے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

احباب کرام التزام کے ساتھ اپنے پیارے آقا کی صحت و سلامتی و درازی عمر اور مقاصد عالیہ میں معجزانہ کامیابی کے لئے دردِ دل سے دعائیں جاری رکھیں۔

خطبہ جمعۃ المبارک

آج آپ وہ لوگ ہیں جو میرے ساتھ اس خطبہ میں شریک ہیں جو اس صدی کا پہلا خطبہ ہے۔ میں آپ کو یہ خوشکن

اطلاع بھی دیتا ہوں کہ اس وقت اس آواز کو ماریشس کے احمدی بھی سن رہے ہیں اور جرمنی کے احمدی بھی سن رہے ہیں۔ آپ سب کو بھی اور ان سب کو بھی جو براہ راست میری آواز کو سن رہے ہیں اور دنیا کے ان تمام احمدیوں کو بھی جو آج براہ راست اس آواز کو نہیں سن رہے دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس اگلی صدی کا پہلا پیغام محبت اور سلامتی کا پیغام احمدیت کے نام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے عشاق کا شعار اختیار کرنے کی کوشش کریں۔ اگلی صدی کا پہلا الہام جو مجھے ہوا وہ صدی کے آغاز کے ساتھ ہی ہوا تھا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ (پاکستانی حکومت پنجاب کا) احمقانہ اور جاہلانہ حکم نامہ آج تک پیدا ہوا ہے دنیا کی کبھی کسی حکومت کو جاری کرنے کی توفیق نہیں ملی ہوگی۔

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احمدیت کی دوسری صدی کا پہلا خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ ر امان ۱۳۶۸ ہش / ۲۴ مارچ ۱۹۸۹ء بمقام اسلام آباد

مکرم منیر احمد صاحب جاوید مبلغ سلسلہ دفتر پی. ایس. لندن کا قلمبند کردہ نہایت بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ بدر کلیتاً اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کر رہا ہے۔ (ایڈیٹر)

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

چند دن پہلے ہم ہر بات کا آخری کی نسبت سے ذکر کر رہے تھے کہ یہ پہلی صدی کا آخری جمعہ ہے۔ یہ پہلی صدی کی فلاں آخری بات ہے یہ پہلی صدی کی فلاں آخری بات ہے۔ اب دن بدلے ہیں اور اگلی صدی کی پہلی باتیں کرنے کا وقت آگیا ہے۔ چنانچہ اس پہلو سے خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ آج ہم سب کو احمدیت کی دوسری صدی کا پہلا جمعہ پڑھنے کی توفیق عطا ہو رہی ہے۔

ہماری بڑی خوش نصیبی ہے کہ تمام جماعت احمدیہ عالمگیر جس کے افراد اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہیں خواہ وہ بڑے ہیں یا چھوٹے ہیں مرد ہیں یا عورتیں ہیں۔ بوڑھے ہیں یا بچے ہیں۔ وہ سب جو گذشتہ صدی بھی دیکھ سکے اور اس نئی صدی میں داخل ہوئے اور آج ہم اکٹھے اس نئی صدی کے سر پہ کھڑے ہیں اور دور تک پھیلے ہوئے اگلی صدی کے منظر کا تصور باندھ رہے ہیں۔

بعض دفعہ سڑکیں یا مناظر فی ذاتہ نہ اونچے ہوتے ہیں، نہ نیچے ہوتے ہیں لیکن دیکھنے والے کو وہ اونچے یا نیچے دکھائی دے رہے ہوتے ہیں۔ سائنس میوزیمز (MUSEUMS) میں اسی قسم کے

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: نگران بورڈ بدر قادیان

لیکن قرآن سے نظر کے دھوکوں کو ظاہر کرنے کے لئے دکھائے جاتے ہیں گزشتہ مرتبہ جب مجھے کینیا جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک سڑک کے اوپر قافلے کے جملہ افراد کی رائیں بٹ گئیں۔ بعضوں کا خیال تھا یہ سڑک ... اوپر جا رہی ہے اور بعضوں کا خیال تھا یہ نیچے جا رہی ہے چنانچہ ہم نے کاریں روکیں اور ایک سے زیادہ مرتبہ روکیں لیکن جن لوگوں کو وہ سڑک اونچی جاتی دکھائی دے رہی تھی، اُن کو پھر بھی اونچی ہی دکھائی دی اور جن کو نیچے جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی اُن کو نیچے ہی دکھائی دی۔ اس طرح اگلی صدی کی سڑک کا حال ہے دنیا کے وہ تمام لوگ جو خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں جوڑ سکے اُن کو صدی کی یہ سڑک نیچے جاتی ہوئی دکھائی دے گی۔ ان کے لئے تنزّل اور پھر تنزّل اور پھر تنزّل کے سوا کچھ نہیں لکھا ہوا لیکن

وہ ہمارے خوش نصیب جو آج خدا سے تعلق جوڑ چکے ہیں

یا کل جوڑیں گے یا پرسوں جوڑیں گے، اُن کے لئے صدی کی یہی سڑک بلندیوں کی طرف حرکت کرتی ہوئی دکھائی دے گی اور صرف دکھائی ہی نہیں دے گی، واقعۃً اُن کو ہر قدم بلندیوں کی طرف لے کر جائے گی۔ پس جماعت احمدیہ کو بھی آج اس آئندہ صدی کے کنارے پر کھڑے ہو کر یہ صدی کی سڑک بلند ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے اور آسمان کی رفعتوں سے باتیں کرتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔ آج ہم جس مقام پر کھڑے ہیں بلاشبہ اگلی صدی کے آغاز پر وہ لوگ جو اُس زمانے میں تیسری صدی کا منہ دیکھ رہے ہوں گے، وہ اس طرح حیرت سے ہمیں نیچے کی طرف دیکھیں گے کہ گویا ہم ہزاروں کوسوں کی مسافت پر اُن سے نیچے کھڑے اُن کو بلندی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ایک یہ ہے منظر جو نظر کے اور زاویے کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے اور جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں بیان کیا تھا، اس منظر کو اگر پلٹ کر دیکھا جائے تو آج جو ہم پچھلی صدی کو سر جھکا کر دیکھ رہے ہیں گویا احمدیت ابھی آغاز ہی میں تھی اور آج کے مقابل پر دنیاوی طاقتوں کے لحاظ سے کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی تھی لیکن اچانک جب ہم منظر تبدیل کریں، نظریہ تبدیل کریں، زاویہ بدلیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ صدی کا وہ کنارہ اتنی بلندی پر ہے، اتنی بلندی پر ہے کہ اگر ہم اُس کی طرف دیکھیں تو ہمارے سر کی ٹوپی اُتر جائے اور جس طرح کہا جاتا ہے کہ بلندی کی طرف دیکھتے ہوئے پگڑی سنبھال کر دیکھنا چاہئے، ہمیں اُن بلندیوں کی طرف دیکھتے ہوئے پگڑیاں سنبھالنی چاہئیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس صدی کے سر پر کھڑے تھے، اس نئے نقطۂ نگاہ سے، اس نئے زاویے سے دیکھا جائے تو وہ اس دَور کی بلند ترین جگہ تھی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے زمانے سے جب تیرہ سو سال پیچھے دیکھتے تھے تو اپنی پگڑی سنبھال کر دیکھتے تھے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرف نگاہ جاتی تھی تو آپ کے قدموں پر نگاہ پڑا کرتی تھی۔ پس دیکھیں واقعات ایک ہی ہیں اور زاویے بدلتے ہیں اور نقطۂ نگاہ بدلنے سے کس طرح مناظر یکسر تبدیل ہو جاتے ہیں۔ پس ایک پہلو سے تو ہم یقیناً بلندی کی طرف جائیں گے اور وہ پہلو ہے احمدیت اور اسلام کا غلبہ اور اس کی ترقی اور دنیاوی لحاظ سے، عددی لحاظ سے جماعت کا ہر پہلو سے وسعت اختیار کرنا لیکن میں آپ کو دوسرے پہلو کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ تعداد میں آپ خواہ کروڑوں گنا زیادہ ہو جائیں اگر رفعتوں کا حقیقی تصور آپ سے تبدیل ہو گیا۔ اگر تعداد ہی کو معیار ترقی سمجھ لیا تو پھر آپ کی نجات کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ جہاں رفعتوں کا تصور بدلتا ہے، وہاں آج سے ۱۰۰ سال پہلے ہی نہیں بلکہ ۱۴۰۰ سال پہلے نگاہ کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس صدی کا آغاز کیا اُس کی بلندی کی طرف بھی دیکھیں اور آج سے چودہ سو برس پہلے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جس بلندی سے بنی نوع انسان کو مخاطب فرمایا، اُس کی طرف بھی نگاہ کریں اور وہ رفعتیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ وہ رفعتیں تعداد سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ دنیاوی وجاہتوں سے اُن کا کوئی بھی رشتہ نہیں۔ جب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ایک تھے، اُس وقت ساری کائنات کا خلاصہ آپ تھے آپ ہی تھے جن کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔

کہ اے میرے پیارے بندے! اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں اس ساری کائنات کو پیدا نہ کرتا۔ پس

اصل رفعتیں وہی ہیں جو روحانی رفعتیں ہیں

جو خدا کی نگاہ میں رفعتیں کہلاتی ہیں اور ان کا دنیوی وجاہتوں اور عددی اکثریت سے کوئی بھی تعلق نہیں۔

پس آپ آج اس صدی کے سر پر کھڑے ہیں اور آج آپ لوگ جو میرے ساتھ اس خطبے میں شریک ہیں۔ اس صدی کا پہلا خطبہ سن رہے اور پہلا جمعہ پڑھ رہے ہیں۔ اس اولیت کو روحانی اولیت میں تبدیل کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہیں زمانے کے لحاظ سے آپ کو ایک اولیت عطا کی گئی ہے۔ روحانی اقدار کے لحاظ سے، علمی اقدار کے لحاظ سے، مذہبی اقدار کے لحاظ سے، تقویٰ کے لحاظ سے، خدا سے تعلق اور محبت اور پیار کے لحاظ اور بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی کے لحاظ سے اوّل بننے کی کوشش کریں کیونکہ آپ کو خدا نے صدی کے سر پر کھڑا کر کے آج تمام دنیا میں اوّل قرار دے دیا ہے۔ پس اُن تمام خوبیوں میں اوّل ٹھہریں جو خدا کی نگاہ میں اوّل قرار دیئے جانے کا پیمانہ قرار دی جاتی ہیں۔ آج جو آپ میرے ساتھ خطبہ سن رہے ہیں یا جمعہ پڑھ رہے ہیں۔ آپ کو میں یہ خوشکن اطلاع بھی دیتا ہوں کہ اس وقت اس آواز کو

ماریشس کے احمدی

بھی سن رہے ہیں اور جرمنی کے احمدی بھی سن رہے ہیں یہ صدی کا وہ پہلا خطبہ ہے جس کو آسمانی ارسال و رسائل کے ذریعے سے جس کو سیٹلائیٹ ہُوک اپ (HOOK UP) کہتے ہیں، سب سے پہلے ماریشس کی جماعت نے سیٹ کا انتظام کیا اور اب مجھے اطلاع ملی ہے کہ جرمنی کی جماعت نے بھی اس خطبے کو براہ راست سننے کا انتظام کیا ہوا ہے۔ ماریشس کی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی فدائی اور فعّال جماعت ہے اور عجیب ملک

نے وہاں دورہ کیا، جیسا کہ میں نے اپنے بعض خطبات میں پہلے بھی ذکر کیا تھا، اُن کے اندر میں نے زندگی کے ایسے آثار دیکھے جن کے نتیجے میں میں بہت سی امیدیں وابستہ کر کے وہاں سے لوٹا اور بعد میں جتنی اطلاعات بھی مجھے مل رہی ہیں، اُن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دن بدن، دن بدن اُن میں نیا ولولہ پیدا ہوتا چلا جا رہا ہے۔ زندگی کی علامتیں بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ جماعت ہر پہلو سے بڑی تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی ہے۔ اسی طرح جرمنی کی جماعت کا حال ہے نوجوانوں کی یہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی فعّال اور دین کی راہ میں قربانیاں کرنے میں تمام دنیا کی جماعتوں میں سے اولین جماعتوں میں شامل ہے۔ اس پہلو سے خدا تعالیٰ نے ان کو یہ اولیت بھی عطا فرما دی کہ یہ

دونوں جماعتیں آج اس اہم تاریخی خطبے میں ہم سب کے ساتھ اسی طرح شریک ہیں جس طرح ہم اکٹھے ایک جگہ بیٹھے ہوں۔ پس میں آپ سب کو بھی اور ان سب کو بھی جو براہِ راست میری آواز کو سن رہے ہیں اور دنیا کے ان تمام احمدیوں کو بھی جو آج براہِ راست اس آواز کو نہیں سن رہے لیکن کل یا پرسوں سن سکیں گے، دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے، ممکن نہیں ہمارے لئے کہ ہم اس شکریے کا حق ادا کر سکیں۔ گذشتہ صدی نے ہم پر اتنے احسانات کی بارشیں نازل فرمائیں۔ اس کثرت کے ساتھ خدا کی رحمتوں کے نشان ہم نے نازل ہوتے دیکھے۔ اتنے عظیم خطرات سے خدا تعالیٰ نے جماعت کو محفوظ اس طرح نکالا جس طرح خیمت کرنے والے دو بازوؤں میں سمیٹ لیا گیا ہو۔ اور بسا اوقات ایسے سخت وقت آئے۔ ایسے کڑے وقت آئے کہ خطرہ تھا کہ بعض علاقوں سے جماعت کی صف لپیٹ دی جائیگی مگر

خدا تعالیٰ کی غیر معمولی قدرت نے حیرت انگیز جلوے دکھائے

پس ان سب امور کی طرف جب ہم نگاہ دوڑاتے ہیں تو شکر کے جتنے بھی جذبات دل میں پیدا ہوتے ہیں، یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس نہیں بجھی۔ بعض دفعہ اس کیفیت میں جب خدا تعالیٰ کے احسانات کا تصور باندھتا ہوں اور وہ راہیں تلاش کرتا ہوں، جن پر چل کر، جن پر سجدے کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے خدا کا شکر ادا کیا جائے تو اس مضمون کو اتنا پھیلا ہوا دیکھتا ہوں، اپنی طاقت سے اتنا بڑھا ہوا پاتا ہوں کہ کوئی پیش نہیں جاتی بے اختیار اس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ

اے محسن! تو اتنا احسان کرنے والا ہے

کہ کوئی دنیا کا ممنونِ احسان؛ خواہ ایک ہو خواہ قومیں ہوں، خواہ ایک ملک کے باشندے ہوں یا تمام عالم کے بسنے والے ہوں، دن رات بھی اگر وہ تیرے احسانات کا شکریہ ادا کریں تو ان کے بس میں نہیں۔ اس لئے ہم سے مغفرت اور رحمت کا سلوک فرما۔ ہمارے دل کی بے قرار تمناؤں پر نظر کر۔

ہم چاہتے ہیں کہ تیرے احسانات کا شکریہ ادا کریں مگر ہم میں طاقت نہیں ہے

یہ باتیں جو میں کہہ رہا ہوں، ان میں لفاظی کا قطعاً کوئی شائبہ بھی نہیں۔ آپ میں سے ہر ایک کو میں اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں، کہ آج اپنی زندگی پر اگر بنظرِ غائر نگاہ ڈالیں۔ بچپن سے لیکر آج تک کے واقعات پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ

کتنے بھیانک موڑ

آپ کی زندگیوں میں ایسے آئے تھے کہ ان میں سے ہر موڑ آپ کے لئے ہلاکت کا پیغام لا سکتا تھا اور آپ کو یہ توفیق نہ ملتی کہ موڑ مڑ کر اپنے سفر کا باقی حصہ طے کر سکیں۔ زندگی کو بھی مختلف خطرات پیش آئے۔ ایمان کو بھی مختلف خطرات پیش آئے۔ دنیا کی دولتوں اور عزتوں کو بھی خطرات پیش آئے اور خدا تعالیٰ نے بسا اوقات ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں، دس دفعہ نہیں بیس دفعہ نہیں، بلا شبہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ

ہم میں سے ہر ایک کی زندگی میں

ہزار ہا مرتبہ ایسے احسانات کے سلوک فرمائے کہ ان میں سے ایک ایک احسان اس لائق ہے کہ اس کے شکریے میں زندگیاں گذاری جائیں۔ یہ مضمون ہر انسان پر کھل سکتا ہے اگر وہ احسان شناسی کی نظر پیدا کرے اور دنیا کا کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو اس پہلو سے خدا تعالیٰ کے زیرِ احسان نہ ہو۔ جماعت احمدیہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ نظارے بہت زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔

پس

اس صدی کو شکر کی صدی بنانا ہے

اور خدا تعالیٰ کے احسانات کو یاد رکھنے اور احسانات کو پہچاننے کی صدی بنانا ہے۔ ورنہ غفلت کی آنکھ سے اگر آپ دیکھیں تو احسانات کی خواہ بارش ہو رہی ہو تب بھی انسان کے شکر کی زبان سوکھی رہتی ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وہ زبان تھی کہ جب آسمان سے بارش کا پہلا قطرہ گرا کرتا تھا تو آپ زبان باہر نکال کر اپنی زبان پر اس قطرے کو لیا کرتے تھے۔ ظاہری لحاظ سے وہ زبان تر ہوتی تھی لیکن دراصل اس میں ہمیں ایک پیغام ہے کہ خدا تعالیٰ کے احسانات کے ہر قطرے سے ہماری زبانیں تر رہنی چاہئیں اور ہمارا دل اُن احسانات سے سیراب رہنا چاہیئے۔ پس یہ صدی ہمیں احسانات منانے کی صدی بنانی چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جو میرے احسانات کا شکر کرتا ہے

میں اُسے بڑھاتا چلا جاتا ہوں،

اس پر مزید فضل کرتا چلا جاتا ہوں۔ اس لئے اگر آج آپ یہ فیصلہ کریں کہ اس صدی کو احسانات منانے کی صدی بنائیں گے تو یہ تو نہیں ہو سکے گا کہ ایک صدی کے اندر آپ خدا تعالیٰ کے احسانات گن سکیں یا اُن کا شکریہ ادا کر سکیں۔ ہزاروں صدیوں کے احسانات کا بوجھ آپ کی آئندہ نسلوں پر پڑ جائیگا اور وہ بھی اگر احسانمند رہیں گی تو ان پر بھی خدا تعالیٰ کے احسانات کی بے انتہا بارشیں برستی رہیں گی۔ کتنا آسان طریق ہے خدا کے فضلوں کو جذب کرنے کا، کتنا مؤثر طریق ہے اللہ تعالیٰ کے احسانات کو اپنے پیاروں کی طرف کھینچنے کا کہ اس کے احسانات کا تصوّر باندھیں اور اس تصور کے ساتھ

خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا شروع کریں۔ تصور باندھنے کا احسان کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے اور اس مضمون کو میں آپ پر خوب ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔

بہت سی زبانیں آپ نے دیکھی ہوں گی جو ہر وقت خدا تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں حرکت کر رہی ہوتی ہیں اور بہت سے ایسے ہاتھ بھی دیکھے ہوں گے جن میں تسبیحیں تھامی ہوں گی اور زبان کی حرکت کے ساتھ تسبیح کے دانے بھی ہر وقت گردش میں رہتے ہیں لیکن کیا واقعۃً اس زبان کی حرکت اور دانوں کی گردش کے ساتھ خدا تعالیٰ کے احسانات بھی دلوں میں اسی طرح گردش کرتے ہیں یہ ہے وہ سوال جس کا جواب پانے کے نتیجے میں ہر شخص کی تسبیح کی ایک حیثیت مقرر کی جاتی ہے اور خدا کی نظر میں صرف اسی تسبیح کی حیثیت ہے جو دل کے پردوں پر گردش کر رہی ہو۔ پس سچی تسبیح احسانات کے عرفان کے نتیجے میں عطا ہوا کرتی ہے اور اس عرفان کو حاصل کرنے کے لئے کسی لمبی جدوجہد کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک اندرونی بیداری کی ضرورت ہے اندرونی طور پر شعور کو جگانے کی ضرورت ہے۔ صبح جس حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آنکھیں کھولا کرتے تھے آنکھ کھلنے کے ساتھ خدا تعالیٰ کے شکر کا اظہار شروع ہو جاتا تھا اور پہلی بات یہ کرتے تھے کہ اے خدا تو نے کتنا احسان فرمایا کہ مجھے ایک قسم کی موت کے منہ سے نکال کر دوبارہ زندگی عطا کی۔ آج میں تیرے فضل کے نتیجے میں، تیرے رحم اور کرم کے نتیجے میں آنکھیں کھول رہا ہوں۔

یہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی آنکھیں تھیں

جو بظاہر نیند سے اٹھنے کے وقت کھلا کرتی تھیں لیکن فی الحقیقت نیند کی حالت میں بھی کھلی رہتی تھیں۔ آپ کے عرفان کا یہ عظیم مقام تھا کہ آپ ایک موقعہ پر فرماتے ہیں کہ بظاہر میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر میرا دل کبھی نہیں سوتا۔ اور نیند کی حالت میں بھی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے تصور میں، تسبیح و تحمید میں مصروف رہتا ہے۔

پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے تسبیح و تحمید کے اسلوب سیکھیں، تسبیح و تحمید کے آداب سیکھیں۔ پھر آپ کو معلوم ہو گا کہ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے تابع ہے تب آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ کیوں ہم یہ کہتے ہیں کہ ساری زندگی بھی اگر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے چلے جائیں تو وہ شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ ہر سانس جو ہم لیتے ہیں،

ہر ہوا کا ذرہ جو ہر سانس میں ہم لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے احسانات کی نشاندہی کر رہا ہوتا ہے۔

ایک عارف باللہ ان نشانات کا جب تصور باندھتا ہے تو اس ایک سانس کے تصور میں ہی سینکڑوں دوسرے سانس لے لیتا ہے۔ اس کے احسان ادا کرنے کے لئے کس کس سانس کی پیروی کرے گا۔ ایک بزرگ کے متعلق یہ ذکر آتا ہے کہ ایک دفعہ مٹھائی کا ایک ٹوکرا ان کے سامنے تحفے کے طور پر پیش کیا گیا۔ کچھ اس میں لڈو تھے، وہ انہوں نے نکالے اور اپنے مریدوں کو وہ لڈو بانٹ دیئے اور ایک لڈو خود ہاتھ میں پکڑ لیا۔ وہ تو اپنے اپنے لڈو کھا کر فارغ ہو گئے اور وہ جو بزرگ تھے انہوں نے لڈو سے دانہ دانہ نکال کر منہ میں ڈالنا شروع کیا اور ہلکا ہلکا اس کو چباتے رہے اور خیالات میں کھوئے رہے۔ جب ایک لمبا عرصہ گذر گیا اور وہ لڈو ختم نہ ہوا تو ان کے ایک مرید نے پوچھا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہر دانہ جو میں منہ میں ڈالتا ہوں اس کے ساتھ یہ تصور باندھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ خدا کی رحمتوں کے کتنے جلوؤں سے یہ دانہ بنایا ہو گا۔ میرا ذہن بیج کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، میرا ذہن اس نے شکر کی طرف یعنی گنے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو کبھی کھیتوں میں اگ رہا تھا، پھر وہ تنومند ہوا، پھر اس میں رس پیدا ہوا، رس میں مٹھاس پیدا ہوئی اور کس طرح پھر اس کو میری خاطر، کیونکہ خدا نے یہ دانہ میرے منہ میں ڈالنا تھا، بڑی محنت کے ساتھ کسانوں نے کاٹا اور پھر کس طرح اس کا رس نچوڑا گیا اور یہ مضمون سوچتا چلا جاتا ہوں۔ دانہ ختم ہو جاتا ہے، یہ مضمون ختم نہیں ہوتا۔ پھر ایک اور دانہ منہ میں ڈالتا ہوں۔ پھر اس سے پہلے کی طرف میری توجہ منتقل ہو جاتی ہے۔ پھر میں سوچتا ہوں کہ صرف ایک میٹھا ہی تو نہیں ہے۔ اور بھی اس کے اجزاء ہیں وہ لکڑیاں بھی تو ہیں، جن سے آگ جلائی گئی اور وہ چنے بھی تو ہیں یا مکئی یا جو بھی اس لڈو میں بطور نشاستہ کے ڈالا گیا۔ یہ وہ سب چیزیں تھیں۔ پھر ان کے اوپر کیا کیا گذری۔ کس کس طرح کس کس وقت زمیندار اٹھے اور پو پھٹے وہ کندھوں پر ہل لے کر کھیتوں کی طرف روانہ ہوئے، ان کی حفاظت کس طرح کی گئی۔ اتنا وسیع مضمون اس ایک دانے کے ساتھ منسلک ہو گیا کہ وہ گھنٹہ تو لڈو ختم کرنے میں لگا لیکن گھنٹوں مزید درکار تھے اس مضمون کی تفصیل سے پیروی کرنے اور اس کو اپنے دل پر عرفان کی صورت میں جاری کرتے ہیں۔ اس مضمون کو آپ زندگی کے روزمرہ تجربے میں پھیلا کر دیکھیں۔

ہمارا وقت بہت محدود ہے۔ احسانات کا سلسلہ بہت دراز ہے

اور ناممکن ہے کہ اگر ہمہ وقت ہم خدا تعالیٰ کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے میں مصروف رہیں تب بھی ان احسانات کا شکریہ ادا کر سکیں۔ یہ مضمون صرف وہاں سے شروع نہیں ہوتا کہ کس وقت ایک زمیندار ہل کندھے پر اٹھا کر روانہ ہوا تھا بلکہ اگر آپ زمین و آسمان کی پیدائش پر غور کریں تو لاکھوں نہیں، کروڑوں نہیں، اربوں سال ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے انسان کے آنے کی تیاریاں کی ہیں۔ اس زمین کو بچھونا بنایا، پہاڑ کس طرح پیدا کئے گئے، سمندر کس طرح پیدا ہوئے زندگی کا آغاز کیسے ہوا، کیسے کیسے قوانین زندگی کی حفاظت کے لئے جاری کئے گئے اور کس طرح زندگی میں وہ تناسب پیدا کیا گیا جس کے بغیر انسان کی پیدائش ناممکن تھی۔ انسان کی ہر ضرورت کو پیش نظر رکھ کر خواہ وہ ابتدائی زمانے کا انسان تھا یا آخری زمانے کا انسان ہر قسم کی ضروریات مہیا کی گئیں۔ خزائن ہیں زمین میں دبے ہوئے آج بھی جن تک ابھی ہماری نگاہ نہیں پہنچی۔ قرآن کریم یہ اعلان کر رہا ہے کہ:-

إِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ (سورۃ الحجر: آیت ۲۲)

کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے جس کے خزانے ہم نے محفوظ نہ کر رکھے ہوں۔ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ۔ لیکن ہم ان کو ایک اندازے کے مطابق ظاہر فرماتے چلے جاتے ہیں اور بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے نازل کرتے چلے جاتے ہیں۔ جن موٹروں پر آپ بیٹھ کر آتے ہیں۔ جو تیل ان موٹروں میں پھونکا گیا۔ کیا آپ کو اندازہ ہے اس تیل کے لئے خدا تعالیٰ نے کتنے سال لگائے ہیں۔ اربوں سال لگے ہیں۔ اس تیل کو جس کو آپ بے تکلفی سے آج پھونک دیتے ہیں، اس کو تیار کرنے پر ان گنت زندگیاں قربان کی گئی ہیں۔ ان گنت زندگیوں کی قسمیں قربان کی گئی ہیں۔ اور ایک بہت ہی لمبے عرصے پر جس کے اوپر ہمارا ذہن ممتد نہیں ہو سکتا، اس تک پہنچ نہیں سکتا خواہ ہم ہندسوں میں

اس کی باتیں کرلیں مگر ہمارے تصورات اتنے محدود ہیں کہ فی الحقیقت ہم اس لمبائی کا اندازہ نہیں کرسکتے۔ اتنے لمبے عرصے پر پھیلے ہوئے خدا تعالیٰ کی قدرت تیل کے چشموں کے لئے تیاری کررہی تھی اور آج ہم بیٹھے ہیں۔ ایک گیلن تیل لیا اس کو پھونکا اور خیال بھی نہیں کرتے کہ یہ تیل کیسے بنا؟ کیوں ہمارے ہاتھ آیا؟ اور یہ خزانہ خدا نے کب سے ہمارے لئے بچا کر رکھا ہوا تھا؟ تو ایک بات نہیں۔ دو نہیں۔ تین نہیں۔ لاکھوں کروڑوں اربوں ان گنت باتیں ہیں جن کے ذکر کی بھی انسان کو مجال نہیں اور طاقت نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ میرے کلمات ایسے لامحدود ہیں، ایسے ان گنت، اتنے بے پناہ ہیں کہ اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور ان کلمات کو لکھنا شروع کیا جائے تو سمندر سوکھ جائیں گے لیکن ان کلمات کا ذکر ختم نہیں ہوگا اور اگر اور بھی ویسے سمندر ان کی مدد کے لئے آجائیں تو وہ سمندر بھی خشک ہوجائیں گے لیکن میرے کلمات کا ذکر کبھی ختم نہیں ہوگا۔ پس یہ وہ خدا ہے جس کے احسانات کے تابع ہم ہیں اور ہم جب کہتے ہیں کہ ان گنت احسانات ہیں بارش کی طرح اس کے فضل نازل ہوتے ہیں تو ہم جانتے ہیں کہ ہم درست کہہ رہے ہیں۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں

ایک قطرے کا بھی مبالغہ اس میں نہیں ہے خدا تعالیٰ کی رحمتوں کی بارشوں نے ایک سو سال تک جماعت احمدیہ پر ہر قسم کے فضل نازل فرمائے۔ ع

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں ایک قطرہ تھا اس کے فضل نے دریا بنا دیا اور ایک خاک کا ذرہ تھا جسے خدا نے ثریا بنا دیا ہے۔ پس۔

آج ایک کروڑ احمدی دنیا میں بس رہا ہے

یہ اسی قطرے کے بنے ہوئے دریا ہیں۔ پس اگر آپ خدا تعالیٰ کے احسانات کے ہر قطرے پر شکر ادا کرنے کا سلیقہ سیکھ جائیں گے تو آپ میں سے ہر ایک قطرہ یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ اگلی صدی کے آغاز سے پہلے ایک کروڑ بن جائے اور اگر زمین پر آپ کے پھیلنے کی جگہ نہیں ہوگی تو اس صدی تک خدا آسمان میں وسعتیں عطا کرے گا اور آسمان میں آپ کے پھیلنے کے لئے گنجائشیں نکالی جائیں گی۔

زمانہ بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ لیکن یہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ اگر آپ احسانمند رہیں گے تو خدا کے فضلوں کے ساتھ آپ کی احسانمندی کا کوئی مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ وہ فضل آپ سے سینکڑوں ہزاروں گنا تیز رفتاری کے ساتھ آگے آگے بھاگیں گے اور آپ کا احاطہ کرلیں گے۔ اور آپ میں استطاعت نہیں ہوگی کہ ان فضلوں کا احاطہ کرسکیں۔

پس اس اگلی صدی کا پہلا پیغام ساری

جماعت احمدیہ کے نام یہ ہے کہ:۔

خدا تعالیٰ کے احسانات کا شمار کرنے کی کوشش کریں اور خدا تعالیٰ کے احسانات میں ڈوبنے کی کوشش کریں۔ آپ کے سارے مسائل احسانمندی کے ذریعے سے حل ہوسکتے ہیں ساری مشکلات جذبۂ احسان مندی کے ساتھ دور ہوسکتی ہیں

لیکن احسان مندی حقیقی ہونی چاہیئے محض زبانی نہیں ہونی چاہیئے عادت ڈالیں اپنی فطرت ثانیہ بنالیں کہ خدا تعالیٰ کے پیار اور محبت کا ذکر کرکے سوچوں میں ڈوب جایا کریں اور سوچا کریں کہ یہ بھی خدا کا احسان ہوا۔ وہ بھی خدا کا احسان ہوا۔ آج جو ہم اس وقت زندگی کے سانس لے رہے ہیں اور ایک جگہ اکٹھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور بے شمار احسانات کا مجموعہ ہے۔

اس ضمن میں میں چند ایک چھوٹی چھوٹی اور باتیں بھی آپ کو بتاتا ہوں۔ وہ کوئی سنجیدہ مضامین تو نہیں لیکن چونکہ پہلے کی بات شروع ہوئی ہے۔ اس لئے آج کے خطبے میں بعض پہلی باتیں میں آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جو اس طرح قطرہ قطرہ کے طور پر شروع ہوئی ہیں۔

آج جیسا کہ آپ جانتے ہیں میرا یہ پہلا خطبہ ہے اگلی صدی کا جو میں آپ کے سامنے پڑھ رہا ہوں۔ جہاں تک خطبہ نکاح کا تعلق ہے۔ اس صدی کا پہلا خطبہ نکاح مکرم ڈاکٹر عبدالحمید صاحب مرحوم کی بچی نیرہ یاسری حمید کا پڑھا گیا۔ یاسری حمید ہالینڈ کی ایک مخلص احمدی خاتون ہیں جن کا نکاح ثانی ڈاکٹر عبدالحمید صاحب مرحوم سے ہوا تھا جو عبدالباقی ارشد صاحب کے والد تھے۔ انہوں نے مجھے ایک خط لکھا کہ میری بیٹی کا نکاح ہونا ہے اور میری دلی خواہش ہے کہ اگلی صدی کا پہلا نکاح یہ ہو۔ چنانچہ اس پہلو سے مجھے ان کی بات بہت پسند آئی۔

واقعی یہ ایک تاریخی سعادت ہے

کہ اگلی صدی کا پہلا خطبہ نکاح جو خلیفۂ وقت پڑھے وہ جس کا بھی ہو، جماعت میں ہمیشہ ایک خاص اعزاز کے ساتھ یاد کیا جائیگا نکاح کے ساتھ اب میں دوسرا پہلو بیان کرتا ہوں جنازے کا اس صدی کا پہلا جنازہ مکرم عبدالسلام خان صاحب مرحوم کا پڑھا گیا جو آج ہی ایک بجے یعنی جمعہ سے پہلے پڑھا گیا۔ عبدالسلام خان صاحب مرحوم صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والے ایک معزز پٹھان خاندان کے فرد تھے۔ آپ کے والد نے جب ۱۹۰۸ء میں بیعت کی تو صوبے کے گورنر نے حکم دے کر آپ کے خاندان کو صوبہ بدر کردیا۔ ۱۹۱۸ء میں خان صاحب بطور احمدی پیدا ہوئے۔ اور ہمیشہ ہی بڑے اخلاص اور وفا کے ساتھ جماعت سے وابستہ رہے۔ بڑے دعاگو بزرگ تھے ان کی یہ خواہش تھی کہ میں اگلی صدی تک پہنچوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس خواہش کو اس طرح بھی پورا فرما دیا کہ اس صدی کی پہلی نماز جنازہ جو خلیفۂ وقت نے ادا کی وہ خان صاحب مرحوم مغفور کی تھی۔

اس صدی کا پہلا بچہ جو میرے علم میں آیا اور جسے میں نے اس صدی کا پہلا احمدی بچہ قرار دیا وہ آپ کے امیر آفتاب احمد خان صاحب کا نواسہ ہے اور اس بچے کے والد لطیف الرحمن ہیں اور دادا رفیق الرحمن اور خان صاحب کے والد ثناء اللہ خان صاحب ہوا کرتے تھے۔ بڑے ہی نیک اور مخلص بزرگ تھے۔ تو

یہ اس صدی کا پہلا احمدی بچہ ہے

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں کہ اس اہم خطبے میں اس کا ذکر کیا جائے لیکن ابھی میں نے آپ کو ایک بات سمجھائی ہے، آپ کیوں اس بات کو بھول رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی رحمتوں کی بارشیں دیکھیں کتنی وسیع ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں، لاکھوں میل تک پھیلی ہوتی ہیں۔ کتنے قطرے گرنے ہوتے ہیں ان بارشوں کے لیکن اس کے پہلے قطرے کو

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زبان باہر نکل کر اپنی چھاتی پر پیار اور محبت سے لیا کرتی تھی تو یہ قطرات ہیں جو بہشت سے برستے رہیں گے۔ اور آج اُس کا آغاز ہو رہا ہے۔ جنازوں کے متعلق تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ جنازے بھی تو ہوں گے لیکن واقعہ یہ ہے کہ جنازہ بھی ایک رحمت کا موجب ہے۔ اس کو میں قطرات رحمت کے طور پر شمار کر رہا ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ فیصلہ کہ پیدائش خوشی کی بات ہے اور جنازہ غم کی بات ہے۔ یہ ایسا آسان فیصلہ نہیں ہے۔ حضرت مسیحؑ بعض باتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسا شخص جو ہو اس پر تف ہے۔ لعنت ہے اس دن پر جس دن وہ پیدا ہوا۔ ایسا شخص جو ان باتوں سے محروم رہے یا ایسی بدیوں میں مبتلا ہو۔ بسا اوقات دنیا کے عام محاورے میں ہم کہتے ہیں لعنت ہے اس دن پر جس دن وہ پیدا ہوا۔ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ رحمت بھی اس دن پر۔ خدا تعالیٰ کی برکتیں تھیں اس دن پر۔ سلام تھا اس دن پر جس دن مسیحؑ پیدا ہوا۔

سَلٰمٌ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۝ (سورۃ مریم: آیت ۳۴)

مسیح کی زبان میں خدا تعالیٰ نے یہ الفاظ قرآن کریم میں محفوظ رکھے کہ سلام ہے اس دن پر جس دن میں پیدا ہوا اور سلام ہے اس دن پر جس دن میں فوت ہوا یا فوت ہوں گا۔ اور اس دن پر بھی سلام جس دن میں دوبارہ اٹھایا جاؤں گا۔ پس نہ پیدائش سلامتی کا موجب ہوتی ہے، نہ موت سلامتی کا موجب ہوتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ بعض موتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سلامتی کا موجب بن جایا کرتی ہیں۔ رہتی دنیا تک جب تک قرآن کریم رہے گا اور ہمیشہ رہے گا۔ کروڑہا اربوں بندے خدا تعالیٰ کے یہ آیت پڑھا کریں گے اور حضرت مسیحؑ کی موت پر بھی سلامتی بھیجا کریں گے

پس جنازے کا بھی ایک رحمت کے طور پر ذکر کرنا کوئی

ایسی جاہ بات نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ خان صاحب کی موت کا دن بھی سلامتی کا دن تھا۔ ان کا نام بھی سلام تھا جس دن یہ پیدا ہوئے ایک صحابی کی اولاد کے طور پر پیدا ہوئے۔ تمام عمر وفا کے ساتھ احمدیت سے چمٹے رہے۔ پس آج ان کی وفات کا دن بھی سلامتی ہی کا دن ہے۔ اور پہلی صدی کا جنازہ جو آج ان کا پڑھا گیا ہے اس لحاظ سے بھی یہ بہت ہی برکتوں کا موجب ہے۔ پس ہمیں خدا کی رحمت کے ہر نشان کو محفوظ رکھنا چاہئے۔ آئندہ صدی میں ہمارے لئے بہت سے انعامات لانے والی ہے۔ خدا کے بے شمار انعامات جو صدی کے آغاز سے نازل ہونے شروع ہوئے ہم اُن کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کا علم بعد میں ہو گا۔ لیکن ایک بات میں آپ کو سب سے آخر پر لیکن سب سے اہم بتانا چاہتا ہوں کہ

اس صدی کا پہلا الہام جو مجھے ہوا، وہ صدی کے آغاز کے ساتھ ہی ہوا وہ تھا السلام علیکم ورحمۃ اللہ

پس ہم سلامتی کی جو باتیں کر رہے ہیں میں نے چاہا کہ آپ کو اس خوشخبری میں شریک کروں۔ وہ خدا جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اُس خدا کو گواہ ٹھہرا کر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس صدی کا پہلا پیغام مجھے یہ دیا ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ دنیا خواہ چاہے ہزار لعنتیں آپ پر ڈالتی پھرے

ہزار لاکھ، کروڑ کوششیں کرے آپ کو مٹانے کی مگر

اس صدی کے سر پر خدا کی طرف سے نازل ہونے والا سلام علیکم آپ کے سروں پر رحمت کے سائے ہمیشہ رکھے گا۔ اور ان رحمتوں اور سلامتیوں کے سائے تلے آپ آگے بڑھیں گے۔ یہ صرف میرے نام پیغام نہیں ہے بلکہ تمام دنیا کی جماعت کے لئے پیغام ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ — وبرکاتہ کا لفظ تو مجھے یاد نہیں لیکن السلام علیکم ورحمۃ اللہ — تو بالکل صاف کھلی آواز میں روشن آواز میں تھا۔ اور اس سے میرا دل حمد سے بھر گیا کہ خدا تعالیٰ کی کیسی شان ہے کہ اگلی صدی کے آغاز پر ہی، وہی وقت جب صدی شروع ہو رہی تھی، اس وقت خدا تعالیٰ نے بڑے پیار اور محبت کی آواز میں اور بڑی کھلی کھلی واضح آواز میں — السلام علیکم کا تحفہ مجھ پر نازل فرمایا تاکہ میں اسے تمام دنیا کی جماعتوں کے سامنے پیش کر سکوں پس

ماریشس کے وہ احمدی جو اس آواز کو سن رہے ہیں اُن کو بھی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کا تحفہ پہنچے اور جرمنی کے وہ مخلصین جو اس آواز کو سن رہے ہیں ان کو بھی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کا تحفہ پہنچے اور وہ سب احمدی جو اس آواز کو نہیں سن رہے اُن کو بھی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ — کا تحفہ پہنچے کیونکہ وقت ایسا ہے جو اس سلام کو پہنچانے کے لئے چنا گیا ہے۔ اس لئے مجھے کامل یقین ہے کہ یہ سلام اُن احمدیوں کو بھی پہنچے گا جو ابھی پیدا نہیں ہوئے، اُن احمدیوں کو بھی پہنچے گا جو ابھی احمدی نہیں ہوئے اُن قوموں کو بھی پہنچے گا جن تک ابھی احمدیت کا پیغام نہیں پہنچا۔ آئندہ سو سال میں احمدیت نے کتنی ترقی کرنی ہے، ہم ابھی اُس کا تصور بھی نہیں باندھ سکتے۔ کن کن نئی سرزمینوں میں اس احمدیت نے جڑیں پکڑنی ہیں اور تنومند درخت بننے ہیں اور عظیم الشان خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے سائے ان درختوں کے ذریعے ان تمام زمینوں پر محیط ہو نے ہیں۔ ہم ان باتوں کا آج تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن یہ میں جانتا ہوں کہ جہاں جہاں بھی یہ احمدیت پھیلے گی۔ دنیا کے جس جس خطے میں بھی احمدیت کا پیغام قبول کیا جائیگا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امام زمانہ تسلیم کیا جائیگا جہاں جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سرداری کے سامنے احمدیت کے ذریعے سر تسلیم خم کئے جائیں گے، ان سب کو اس سلام کا تحفہ ہمیشہ ہمیش پہنچتا رہے گا۔ پھر آئندہ صدی میں کیا ہونا ہے اللہ بہتر جانتا ہے، کیسے لوگ ہوں گے۔ مجھے امید ہے اور مجھے کامل یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ خدا تعالیٰ تقویٰ کی ایک نئی نہر اس صدی کے لئے بھی جاری کریگا اور رحمتوں کے نئے پیغام آئندہ صدی کے لئے خود پیش فرمائیگا۔

آج دنیا کے ہر احمدی کا دل خوش ہے۔ ذرہ ذرہ خدا کے احسانات کے ذکر سے لبریز ہو رہا ہے۔

تموج میں ہے۔ دل ہی نہیں بلکہ وجود کا ذرہ ذرہ۔ کثرت کے ساتھ دنیا کے کونے کونے سے مبارکباد کی تاریں موصول ہو رہی ہیں۔ اور زمین کے کناروں تک سے یہ آوازیں آرہی ہیں کہ ہاں خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کی تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچا کر چھوڑا ہے۔ لیکن ان کناروں کو ابھی مزید وسعتیں

عطا ہونی ہیں۔ آج جو ہم احمدی نسلیں زندہ ہیں ہم نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کس حد تک اپنے معیار خلوص کو بلند کرکے اور قربانیوں کے معیار کو بلند کرکے ہم نے اگلی صدی کے لئے اگلی صدی کی آنے والی نسلوں کے لئے رحمت کے سامان مہیا کرنے ہیں۔ بہت سے خوش نصیب ہم میں سے ایسے ہیں جنہوں نے گذشتہ صدی کے اختتام سے پہلے پہلے بہت سی بدیاں جھاڑ دیں، بہت سے گناہوں سے توبہ کی، بہت سے خوش نصیب ایسے ہیں جنہوں نے نئی روحانی زندگی پائی۔ بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے مجھے خط لکھے کہ ہم نے جب مسلسل خطبات سن کر اپنے نفس کا جائزہ لیا کہ کس حد تک ہم متقی ہیں اور کس حد تک یہ اہلیت رکھتے ہیں کہ اگلی صدی کے سر پر کھڑے ہوں تو ہم نے اپنے آپ کو بے حد گنہگار پایا بلکہ اس لائق نہ پایا کہ ہم احمدی کہلائیں۔ لیکن آج اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے

ہم تجدید بیعت کرنا چاہتے ہیں

کیونکہ کامل خلوص اور کامل عزم کے ساتھ، پختہ عزم کے ساتھ ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہمارا پہلا وجود مر کر پچھلی صدی میں دفن ہو جائے گا۔ اور ایک نیا روحانی وجود اگلی صدی میں داخل ہوگا۔ پس یہ وہ جماعت ہے جس میں ہزاروں لاکھوں کو خدا نے نئی زندگیاں عطا کی ہیں۔ نئے وجود بخشے گئے ہیں، نئے خلق نصیب ہوئے ہیں، بہت سی بدیاں اُن کی جھڑ کر پچھلی صدی میں جا پڑی ہیں۔ آئندہ ان نیکیوں کی حفاظت کرنے کے سامان کرنے ہیں۔ اِن نیکیوں کو پھیلانے کے سامان کرنے ہیں۔ وہ سب احمدی جو ابھی تک اپنی بہت سی کمزوریوں کو دور نہیں کر سکے، خواہش کے باوجود دور نہیں کر سکے اور میں جانتا ہوں کہ لکھوکھا لکھوکھا ایسے احمدی ہوں گے جو کوشش کے باوجود اپنی تمام کمزوریوں کو دور نہیں کر سکے تو میں اُن کو متوجہ کرتا ہوں کہ اس صدی کی نئی فضا میں جو توجہ پیدا ہوا ہے اس کی ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ دلوں میں جو نئے ولولے پیدا کر رہا ہے، ان سے استفادہ کرتے ہوئے، ابھی وقت ہاتھ سے نہیں نکلا۔ ان خاص لمحات سے استفادہ کرتے ہوئے آج بھی کوشش کریں کہ اپنی کمزوریاں دور کریں اور

پاک اور صاف ہو کر نئے وجود خدا تعالیٰ سے حاصل

کریں۔ کیونکہ آپ پر اگلی صدی کے آنے والی نسلوں کی بہت ہی عظیم ذمہ داریاں ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو خدا تعالیٰ نے ایک قسم کے تجدید کے مقام پر کھڑا کیا ہے۔ دین اسلام کو جو آئندہ خطرات درپیش ہیں ان کا علاج آپ نے آج کرنا ہے اگر آپ کو اس بات کا شعور ہو۔ آپ کے تقویٰ کا معیار بڑھنے سے آئندہ آنے والے خطرات کا مقابلہ ہوگا۔ آج کی نسل نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کس کامیابی کے ساتھ اسلام کی جنگیں دنیا کے مختلف ممالک میں لڑی جانے والی ہیں۔

آپ کا ہتھیار تقویٰ کا ہتھیار ہے۔

اس کے سوا کوئی اور ہتھیار نہیں ہے جو آپ کے ہاتھوں میں تھمایا گیا ہے۔ دعا کا تقویٰ کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ آسمان سے جو اعجاز نازل ہوا کرتے ہیں ان کا براہِ راست تقویٰ کے معیار سے تعلق ہے۔ پس اپنے تقویٰ کا معیار بلند کریں اور وہ زادِ راہ لیں جو ایک سو سال تک آئندہ نسلیں کھاتی رہیں۔ اس لیے آئندہ صدی میں کیا ہونا ہے۔ اس کا فیصلہ آج کے احمدیوں نے کرنا ہے، ان کے دلوں نے کرنا ہے، ان کے اخلاص نے کرنا ہے، ان کے نیک اعمال نے کرنا ہے اور ان کے ان فیصلوں اور عزائم نے کرنا ہے کہ

ہر صورت میں ہم نے اپنی بدیوں کو جھاڑنا ہے اور نیکیوں کو اختیار کرنا ہے اور نیکیوں کی حفاظت کرنی ہے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت تقویٰ کے نئے معیار پر نئی صورت میں ابھرے گی اور نئی شان کے ساتھ دنیا کے سامنے ظاہر ہوگی۔ ایسی شان کے ساتھ ظاہر ہوگی کہ وہ دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کر دے۔ آپ کی زبانوں میں وہ طاقت نہیں ہے دنیا کو تبدیل کرنے کی جو آپ کے خاموش تقویٰ میں طاقت ہے۔ تقویٰ وہ قوت رکھتا ہے جو بغیر زبان ہی ڈھلے عظیم الشان تبدیلیاں پیدا کر سکتا ہے پس اپنے تقویٰ کے معیار کو بڑھائیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے، اس پر توکل کرتے ہوئے اس عزم کے ساتھ داخل ہوں کہ جو کمزوریاں سرزد ہو چکیں وہ ماضی کا حصہ بن جائیں۔ ڈراؤنی خوابوں کی طرح پیچھے رہ جائیں۔ ان کی تعبیریں کبھی آپ نہ دیکھیں اور آج آپ نے اسلام کی ترقی کے لئے جو نئے عزائم باندھے ہیں اور اسلام کی سربلندی کے لئے جو آپ پیاری پیاری خوابیں دیکھ رہے ہیں ان کی عظیم الشان تعبیریں دنیا میں ظاہر ہوں اور خدا آپ کو توفیق دے کہ اپنی آنکھوں سے ان تعبیروں کو دیکھیں اور دیکھتے دیکھتے

تمام دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو

اور ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہمارے دل تراوت حاصل کریں اُن باتوں سے۔ یہ ہے ایک احمدی کا تصور جسے ہم نے اس صدی میں پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی ہے۔

یہ ذکر، آج کا ذکر ایسا نہیں کہ جس میں غم کی بات کی جائے اور ایسی بات کی جائے جس سے دل پر کسی طرح میل آئے لیکن آپ سب نے پنجاب میں ہونے والے حکومت کے ایک حکم نامے کا ذکر سنا ہوا ہے اور بہت سے ایسے ہوں گے جو توقع رکھتے ہوں گے کہ میری زبان سے سنیں کہ وہ کیا واقعہ ہوا اور اس پر جماعت کو کیا ردِّ عمل دکھانا چاہیے۔ اس لئے میں اپنے خطبے کو اس ذکر پر خواہ وہ تکلیف دہ ذکر ہی کیوں نہ ہو، ختم کروں گا۔

تقریباً ۳، ۴ دن پہلے مجھے ربوہ سے فون کے ذریعے یہ پیغام موصول ہوا۔ ناظر صاحب امور عامہ یہ پیغام دے رہے تھے کہ کمشنر سرگودھا ڈویژن اور ڈپٹی کمشنر جھنگ اور پولیس کے بڑے اور چھوٹے تمام افسران اکٹھے ہو کر ربوہ اس غرض سے تشریف لائے کہ ربوہ کے منتظمین یا مختلف افسران جو ربوہ کی نمائندگی کر سکتے ہیں ان کو ایک پیغام دیں۔ اس نیت سے ساتھ وہ تشریف لائے۔ ان کو اکٹھا کیا گیا اور پیغام یہ تھا کہ

آپ کو اس صدی کے اختتام پر اور نئی صدی کے آغاز پر کسی قسم کے کوئی جشن منانے کی اجازت نہیں دی جائیگی نہ جلوس کی اجازت دی جائیگی، نہ جلسے کی اجازت دی جائے گی، نہ بتیاں روشن کرنے کی اجازت دی جائے گی وغیرہ وغیرہ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا کہ آپ یہ پیغام لکھ کر دیں۔ جب حکومت کی طرف سے

تحریری حکم نامہ نہیں ملے گا ہم اس کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے اور پھر جو کچھ بھی ہوگا، اس کی آپ پر ذمہ داری ہے۔ چنانچہ اس پر کمشنر صاحب نے اُن سے وعدہ کیا کہ میں کل یہ پیغام لکھ کر بھجوا دوں گا۔ اُن کا اندازہ یہ تھا کہ اس تحریری پیغام میں تاخیر اس لئے کی جارہی ہے تاکہ جماعت عدالت کی طرف رجوع نہ کر سکے اور آگے جو رخصتیں آرہی ہیں اُن سے حکومت فائدہ اُٹھا لے اور جب تک جماعت عدالت تک پہنچے اُس سے پہلے پہلے یہ دن گذر چکے ہوں۔ اتنا اُن کی طبیعت پر بوجھ تھا اور اتنا آواز میں غم تھا کہ بات کرتے ہوئے آواز لرز رہی تھی۔ مجھے اس سے بڑی فکر پیدا ہوئی اور میں نے اُن سے کہا کہ دیکھیں! آپ ہرگز مجھ سے اس طرز پر بات نہ کریں اور

میں آپ کو باقاعدہ یہ ایک پیغام دیتا ہوں کہ جو کچھ بھی ہو آپ نے اپنے حوصلے کا سر بلند رکھنا ہے اور قطعاً ان لوگوں سے مرعوب نہیں ہونا۔ چنانچہ میں نے اس فون کے بعد پھر اُن کو یہ پیغام بھجوایا کہ خدا تعالیٰ کے ایک سو سال کے بے انتہاء احسانات ہیں جو جماعت پر نازل ہوئے ہیں۔ اس کے نتیجے میں جو خوشیاں دلوں سے پھوٹ رہی ہیں اُن کو دنیا کی کوئی طاقت دبا نہیں سکتی۔ اس لئے آج میرا آپ کو پیغام یہ ہے کہ آپ نے لازماً خوش رہنا ہے۔ جو کچھ سر پر گذرے آپ نے اپنی خوشی کو مغلوب نہیں ہونے دینا۔

میں نے اُن سے کہا کہ جب میں ربوہ سے روانہ ہو رہا تھا تو میں نے آپ سے ایک وعدہ لیا تھا۔ اور وہ وعدہ یہ تھا کہ آپ اس غم کو مرنے نہیں دیں گے اور ہمیشہ اس غم کو تازہ رکھیں گے۔ اس وعدے کو آج آپ بھول جائیں۔

آج میں آپ سے ایک نیا وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے بے انتہاء فضلوں نے جماعت کو جو خوشیاں دی ہیں آپ اُن خوشیوں کو زندہ رکھیں گے اور کسی ظالم کو اجازت نہیں دیں گے کہ اس کے پنجے آپ کے دلوں سے رحمتوں کی ان خوشیوں کو چھین لیں۔

آپ کو نئے کپڑے پہننے کی اجازت نہیں تو پھٹے پرانے بوسیدہ کپڑوں میں بازاروں میں پھریں اور خوشیوں سے آپ کے چہرے دمک رہے ہوں۔ آپ کے وجود کا ذرہ ذرہ ان دشمنوں کو ناکام اور نامراد کر رہا ہو اور اُن کو کہہ رہا ہو کہ ہماری مقدس خوشیوں تک پہنچنے کی تمہارے بہیمانہ پنجوں کو اجازت نہیں دی جائے گی۔ پھر دیکھیں کہ یہ لوگ کس طرح آپ کو ناکام اور نامراد کر سکتے ہیں۔ کوئی دنیا کی طاقت آپ کو ناکام اور نامراد نہیں کر سکتی

خدا کے فضلوں کی خوشیاں کوئی دنیا میں روک سکتا ہے؟ خدا کی رحمتوں کی خوشیاں کوئی دنیا میں روک سکتا ہے!؟ چنانچہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں ایک بالکل نئی فضا پیدا ہوگئی اور پنجاب میں جہاں جہاں یہ پیغام پہنچا، وہاں بہت سے شہروں میں تو انہوں نے اس بات کی بھی پرواہ نہیں کی کہ کوئی ہمیں قید کرتا ہے، مارتا ہے، گلیوں میں گھسیٹتا ہے گالیاں دیتا ہے۔ انہوں نے خوب جشن منائے۔

ربوہ کی خصوصی حیثیت کے پیش نظر اگرچہ وہاں بتیاں تو نہیں جل سکیں لیکن میں نے اُن سے کہا کہ اتار فی آپ نے نہیں ہیں۔

یہ دن ایسا ہے یعنی ۲۳ مارچ کا دن کہ جس دن یہ ساری قوم مجبور ہوگئی ہے بتیاں جلانے پر اور خوشیاں منانے پر کیوں کہ خدا کی تقدیر نے اس دن کو یوم پاکستان بنا دیا ہے۔

اس لئے ان گھروں کی بتیاں احمدیت کی خوشیاں خدا کی نظر میں منا رہی ہوں گی۔ اور وہ بتیاں جو ان کو آپ کے گھروں پر جلتی ہوئی نظر نہیں آئیں، وہ خدا کی نظر میں سب سے زیادہ روشن قرار دی جائیں گی۔ اور ایسا ہوتا ہے۔ خدا کی تقدیر میں ایسا ہوتا آیا ہے۔ اس لئے احمدیت کو دنیا کی کوئی طاقت ناکام اور نامراد نہیں کر سکتی۔ یہ بات یاد رکھیں۔ ہمارے لئے خوشیوں کے دن آئے ہیں اور خوشیوں کے دن ہمارے لئے بڑھتے چلے جائیں گے۔

ہمارے لئے خوشیاں ایسی مقدر ہو چکی ہیں جو ہماری راتوں کو بھی دن بنا دیں گی۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ ایک ذرہ بھی مجھے اس بات میں شک نہیں کہ یہ نئی صدی احمدیت کے لئے نئی نئی خوشیاں لے کر آنے والی ہے۔

پس خوشی سے اُچھلو اور کودو اور خدا کی رحمتوں پر شکر کے لئے اور تیاری کرو۔

اپنے شکروں کے معیار کو اور زیادہ بڑھاؤ کیونکہ ہم نے تو آج خدا تعالیٰ کے گزشتہ فضلوں کو جو دیکھا ہے، اُس کی روشنی میں ہم یقین کے طور پر کہہ سکتے ہیں کہ مستقبل اتنا روشن ہے اور اتنا عظیم الشان ہے کہ جس طرح آج سے ۱۰۰ سال پہلے کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ دنیا کے ۱۲۰ ممالک میں جماعت احمدیہ پھیل چکی ہوگی۔

اور کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس سے پہلے ۱۴۰۰ سال میں ساری دنیا کے مسلمانوں نے جتنی زبانوں میں قرآنِ کریم کے تراجم کئے ہیں، اُس سے دگنی زبانوں میں چند سال میں جماعت احمدیہ کو توفیق ملے گی کہ وہ تراجم کر کے ساری دنیا میں اس مقدس صحیفے کے ترجموں کو پھیلا دے۔

کوئی وہم کر سکتا تھا کبھی اُس زمانے میں؟ پس آج آپ بھی وہم نہیں کر سکتے۔ سوچ بھی نہیں سکتے کہ خدا کی رحمتوں نے کیا کیا آپ کے لئے مقدر کر رکھا ہے۔ پس میں ربوہ کے رہنے والے ہوں یا پنجاب کے دوسرے علاقوں کے لوگ جو اس حکم کو

تک کر ہم ثابت کر دیں کہ ان کی ہرگز یہ پیشگوئی دوبارہ یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی خوشیاں ان کی پہنچ سے بالا ہیں۔

آپ خوش رہیں اور خدا تعالیٰ آپ کی خوشیاں مزید بڑھاتا چلا جائے گا۔

یہ کیوں نہیں سوچتے آپ کہ کس قدر ان کے دل معذب ہو چکے ہیں کس قدر ان کی تکلیف کے لئے نئے سامان خدا تعالیٰ نے پیدا کر دیئے ہیں۔ یعنی وہ شخص جو کسی کی خوشی پر عذاب میں مبتلا ہو، اس سے زیادہ اور کیا جہنم سوچی جاسکتی ہے۔ بڑے ہی سادہ لوح ہیں وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ انہوں نے حکم دے کر ہماری خوشیاں چھین لیں۔ ان کا حکم دینا بتاتا ہے کہ

ان کے دلوں میں آگ لگی ہوئی ہے۔ ایک جہنم ہے جل رہے ہیں کہ احمدیوں کو کیوں خدا تعالیٰ نئی نئی رحمتیں اور نئی نئی برکتیں عطا کرتا چلا جارہا ہے۔

وہ حکم میں آپ کے سامنے پڑھ کر سناتا ہوں۔ اس کو آپ پڑھ کر دیکھیں، یہ کوئی رونے والا حکم ہے۔ اس پر تو ہنسی آتی ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر بیوقوف اور جاہل قوم ہے کہ جو اس طرح دوسرے کی خوشیاں چھیننے کی کوشش کر رہی ہے اور یہ رذیل کوشش بتا رہی ہے کہ دلوں میں ایک آگ لگی ہوئی ہے، ایک جہنم برپا ہے۔ بہت انہوں نے کوشش کی۔ بہت زور مارے کہ احمدیت کو ناکام اور نامراد کر دیں۔ آج سو سال کے بعد اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں کہ کوئی پیش نہیں گئی کوئی سختی کام نہ آئی۔ کسی قسم کے رذیل ارادوں نے احمدیت کو ناکام نہ کیا کرتا تھا، احمدیت کے پاؤں کی خاک کو بھی وہ ناکام اور نامراد نہیں کر سکے۔

یہ وہ کیفیت ہے جو اس حکم سے ظاہر ہے۔

ایک شکست کا اعتراف ہے کہ ہم سب کچھ کر بیٹھے ہیں، ہم نامراد ہو گئے ہیں۔ اب خدا کے لئے کچھ نہ ہو کیونکہ تمہاری خوشی ہمیں تکلیف دے رہی ہے۔

حکم نامے کے الفاظ یہ ہیں

ڈپٹی کمشنر صاحب لکھ رہے ہیں :-

"جب کہ میرے علم میں یہ بات لائی گئی ہے کہ ضلع جھنگ میں قادیانی ۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو قادیانیت کی صد سالہ جوبلی منعقد کر رہے ہیں اور اس کے لئے انہوں نے چراغاں کرنے، عمارات سجانے، سجاوٹی گیٹ کھڑے کرنے، پمفلٹ تقسیم کرنے، دیواروں پر پوسٹر لگانے، شیرینی بانٹنے، سپیشل کھانے — لفظ سپیشل کھانے بھی خوب ہے — بیجز کی نمائش، بینرز لگانے اور جھنڈیاں وغیرہ لگانے کا انتظام کیا ہے جو کہ مسلمانوں کے نزدیک سخت قابل اعتراض ہے" — انا للہ ....

اب بتائیں اس حکم کے اوپر رونا آئیگا یا ہنسی آئیگی۔

یعنی یہ ساری چیزیں مسلمانوں کے نزدیک سخت قابل اعتراض ہیں آپ کا ہنسنا بعض دلوں میں آگ لگا رہا ہے۔ آپ کی خوشیاں بعض سینوں میں جہنم کے سامان پیدا کر رہی ہیں۔ یہ آپ کی خوشی کا موقعہ ہے اور آپ کے ناچنے اور گانے کے دن ہیں یا مغموم ہونے کے دن ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے اور یہی قرآن کریم کی پیشگوئی تھی۔

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (سورۃ الفتح : آیت ۳۰)

یہ سرسبز و شاداب کھیتیاں جو خدا کی راہ میں اگائی جارہی ہیں انہوں نے ضرور نشوونما پانی ہے۔ لہلہانا ہے۔ ان کی شاخوں نے مضبوطی اختیار کرنی ہے۔ ان کے تنوں نے تنومند ہونا ہے اور کوئی دنیا کی طاقت اس تقدیر کو بدل نہیں سکتی۔ جتنی یہ کھیتی سیراب ہوتی چلی جائے گی اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔

اس کے نتیجے میں ان لوگوں کا انکار کرنے والے اور زیادہ غیظ و غضب کی آگ میں جلتے چلے جائیں گے۔ پس چودہ سو سال پہلے قرآن کریم میں جو عظیم الشان پیشگوئی کی گئی تھی، آج آپ نے اپنی آنکھوں کے سامنے اس کو پورا ہوتے دیکھ لیا ہے اس لئے اس پر اور بھی خوش ہوں۔ اس قسم کے حکمناموں نے ثابت کر دیا ہے کہ سچا تھا وہ قرآن جس نے یہ پیشگوئی کی تھی۔ اور سچا تھا وہ رسول جس پر یہ کلام الٰہی نازل ہوا۔ اور سچا تھا وہ خدا اور عالم الغیب تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ ایسے بھی دن آئیں گے کہ بعض لوگوں کی خوشیاں بعض دوسرے لوگوں کے لئے عذاب بن جائیں گی۔ پس یہ **حکم نامہ جو ہے یہ ہمیں مغموم کرنے کے لئے نہیں بلکہ ہماری خوشیوں میں اضافہ کرنے کے لئے ایک دستاویزی ثبوت کے طور پر ہمارے ہاتھ میں آیا ہے۔**

چنانچہ آگے جاکر وہ لکھتے ہیں کہ — یہ دیکھو، احمدی کیا ظلم کر رہے ہیں پچھلے سو سال کے کارناموں پر خوش ہو رہے ہیں — حالانکہ پنجاب گورنمنٹ کے ہوم ڈیپارٹمنٹ نے بذریعہ ٹیلی پرنٹر پیغام بتاریخ ۲۰ مارچ ۱۹۸۹ء میں مذکورہ بالا قادیانیوں کے صد سالہ جشن پر صوبے بھر میں پابندی لگانے کا فیصلہ کیا ہے کہ حکومت پنجاب نے فلاں فلاں قانون مجریہ فلاں کے ذریعے، جو ٹیلی پرنٹر کے ذریعے بھجوایا گیا تھا، ان کے اوپر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ خوش ہو رہے ہیں یعنی دلوں کے اوپر بھی پنجاب کی حکومت فیصلے کرے گی کہ کیا واردات گزرے

ایسا بیوقوفوں والا فیصلہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومتوں کی تاریخ میں ایک منفرد فیصلہ ہے۔

بڑی بڑی جاہل حکومتیں ہم نے سنی ہیں۔ تاریخ میں ذکر بھی ملتے ہیں مگر ایسا احمقانہ، ایسا جاہلانہ حکم نامہ آج تک میرا خیال ہے دنیا کی کبھی کسی حکومت کو جاری کرنے کی توفیق نہیں ہوئی ہوگی۔ پھر وہ فرماتے ہیں :—

جب کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298C ایکٹ ۲۰ ء ۱۹۸۴ کے تحت قادیانی گروہ کے کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے دین کو اسلام کہے یا قرار دے یا اپنے دین کی تبلیغ یا پرچار کرے یا دوسروں کو اپنے دین کی زبانی، تحریری یا کسی بھی مرئی طریق سے دعوت دے یا کسی بھی انداز سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائے تو مستوجب سزا ٹھہرے گا جبکہ میری رائے اور گورنمنٹ کے مندرجہ بالا فیصلے اور تعزیرات پاکستان کی مندرجات کے مطابق اور زیر دفعہ 298 ت ...

(CRIMINAL PROCEDURE COURT) ۱۴۴ ایسی کافی وجوہات موجود ہیں کہ اس کی (یعنی صد سالہ تقریبات کی) فوری روک تھام کی جائے، اور ایسی ہدایات کا اجراء ضروری ہے جو انسانی زندگی، املاک، اور امن و سکون عامہ کو درپیش خطرہ کا انسداد کریں، اس لئے اب میں چوہدری محمد سلیم ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ دفعہ ۱۴۴ C.R.P.C. ۱۸۹۸ کے تحت اپنے اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے قادیانیوں کو ضلع جھنگ میں مندرجہ ذیل سرگرمیوں سے باز رکھنے کے لئے حکم صادر کرتا ہوں۔

عمارات اور ان کے احاطوں میں چراغاں کرنا۔ (یعنی اپنے گھروں کے اندر بھی چراغاں نہیں کر سکتے) سجاوٹی گیٹ لگانا، جلسے اور جلوس کا انعقاد۔ لاؤڈ سپیکر یا میگا فون کا استعمال۔ نعرے لگانا۔ بیجز آویزاں کرنا، رنگ برنگے جھنڈے اور بینرز لگانا، پمفلٹ تقسیم کرنا، پوسٹر لگانا، دیواروں پر لکھنا۔ مٹھائی یا کھانا تقسیم کرنا اور کوئی ایسی حرکت جو بالواسطہ یا بلا واسطہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات انگیخت یا مجروح کرنے کا موجب ہو۔

بالواسطہ یا بلاواسطہ — اب ہم تو سانس لیتے ہیں تو آپ کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ ہم اب کیا کریں۔ سانس لینا تو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور تم میں طاقت نہیں ہے کہ احمدیت کے سانس بند کر سکو۔

تمہاری مجال نہیں ہے کہ احمدیوں کی خوشیاں چھین سکو۔ تم ایک ضلع کے ڈپٹی کمشنر ہو کر یہ خدائی کی باتیں کرتے ہو۔ خدا کی قسم! تمام دنیا کی حکومتیں بھی مل کر اگر ایسے ذلیل اور رذیل فیصلے کریں گی، تب بھی احمدیوں کے دلوں سے ان کی خوشیاں نہیں چھین سکیں گی۔ تم ایک سو سال کی خوشیوں پر اس قدر نامرادی کا اظہار کر رہے ہو تمہیں کیا پتہ کہ اگلے سو سال تمہیں کیا دکھانے کے لئے آ رہے ہیں۔

اپنی دلوں کی جہنموں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے جو سامان کر سکتے ہو کر لو۔ لیکن خدا کی قسم! احمدیت کی آنے والی صدی بے شمار اور بے انتہا خوشیاں لیکر آئے گی اور کوئی دنیا کی طاقت نہیں جو ان خوشیوں کے دلوں پر اپنے پنجے گاڑ سکے۔ یہ تمہاری تحریریں، ان کی حیثیت کیا ہے؟ یہ تمہاری باتیں شوخیاں ہیں۔ اس سے بڑھ کر ان کی اور کوئی حیثیت نہیں۔ اس لئے لگاؤ جتنا مرضی زور لگاؤ۔ تم خدا کی بارش کی طرح برستی رحمتوں کو روک نہیں سکتے۔ ناممکن ہے تمہارے لئے۔

دستخط کرنے کا آخر پر ...... دیکھیں! کس شان سے ذکر فرمایا۔

"میرے ہاتھ اور عدالت کی مہر سے آج مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۸۹ء کو جاری کیا گیا۔ چوہدری محمد سلیم۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ"

ابھی تمہاری ڈسٹرکٹ مجسٹریٹی، وہاں نہیں کام کر سکتی جس جگہ تم حکم دے رہے ہو۔ ساری دنیا سے تم احمدیوں کی خوشیاں چھین لو گے، حیثیت کیا ہے، تو شوخی کیا ہے تمہاری؟ اور تم سمجھتے ہو تم حکومت کے کارندہ ہو۔ تمہارے ہاتھ نے ایک تحریر لکھی ہے اور شاید تم یہ بھی سمجھتے ہو کہ تمہارا دل اس تحریر میں نہیں ہے۔ صرف تمہارے ہاتھ مجبور ہیں اور اس لئے تم سزا نہیں پاؤ گے۔ مگر میں اب تمہاری یہ غلط فہمی دور کر دینا چاہتا ہوں۔

مجھے یاد ہے حضرت مصلح موعودؓ کے گھر کی تلاشی کا جب پنجاب کے گورنر کی طرف سے حکم دیا گیا۔ ۱۹۵۳ء کی بات ہے۔ تو حضرت مصلح موعودؓ نے مجھے بتایا کہ جو سپرنٹنڈنٹ پولیس یا D.S.P. تھا۔ اس کے ساتھ پھر کر تلاشی کروا دوں۔ اس زمانے میں شرافت کا معیار آج سے بہت زیادہ بلند تھا۔ چنانچہ وہ D.S.P. صاحب یا جو بھی صاحب (مجھے اب صحیح یاد نہیں) جب تشریف لائے تو بہت ہی زیادہ شرمندہ اور معذرت خواہ تھے۔

بار بار حضرت صاحب سے یہ عرض کر رہے تھے کہ مجھے معاف کریں۔ میں بالکل مجبور اور بے اختیار ہوں۔ بتائیے میرا کیا گناہ ہے، میں تو حکومت کا ایک ادنیٰ کارندہ ہوں اور گورنر پنجاب کا حکم ہے، میں اس کو ٹال نہیں سکتا، میں مجبور ہوں۔ بتائیے اس کی سزا مجھے تو نہیں پہنچے گی؟ کیا میں بھی بد نصیب ہوں گا، اس وجہ سے کہ مجھے استعمال کیا گیا ہے؟ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ یہ بات سنتے رہے اور مسکراتے رہے اور آخر آپ نے فرمایا کہ دیکھیں، میں جانتا ہوں کہ آپ مجبور ہیں لیکن بعض دفعہ مجبوریوں سے بھی بدبختیاں مل جایا کرتی ہیں اور بعض دفعہ مجبوریوں سے بھی سعادتیں مل جایا کرتی ہیں۔

آپ سے زیادہ وہ جوتی مجبور تھی جو ابوجہل کے قدموں میں تھی اور اسی طرح وہ جوتی مجبور تھی جو ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے قدموں میں تھی۔

آپ بتائیں کہ کیا دونوں کا ایک سا ہی نصیب تھا۔ کیا وہ جوتی منحوس اور بد نصیب نہیں تھی جو ابوجہل کے قدموں میں تھی لیکن تھی بے اختیار، اسی طرح کتنی معزز اور کس شان کی وہ جوتی تھی جس پر میرے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے قدم پڑا کرتے تھے اور قدموں کے ساتھ لپٹی لپٹی پھرا کرتی تھی تو اس لئے یہ نحوست تو ایسی ہے جس میں میں بے اختیار ہوں۔ میں چاہوں بھی تو اس نحوست سے آپ کو الگ نہیں کر سکتا۔ ایسے لرزے وہ، اس قدر وہ خوفزدہ ہوئے کہ وہ تلاشی مجھے یاد ہے۔ جس طرح انسان جگہ کو سونگھتا پھرتا ہے۔ تھوڑا تھوڑا سونگھا اور اس کے بعد کہا کہ

بس اس سے زیادہ مجھ میں طاقت نہیں۔

وہ زمانہ اور تھا۔ شرافتوں کے معیار، تقویٰ کے معیار اور ہوا کرتے تھے۔ اب تو ہم نے پانیوں میں بہتے بہتے ایک اور ہی فضا میں سر نکالا ہے۔ پس اس موقعہ پر اگرچہ دنیا کی اکثریت تو پاکستانی نہیں مگر میں پاکستانی ہوں اور مجھے اپنے ملک سے محبت ہے اور پیار ہے اپنے وطن سے۔ میں مجبور ہوں اور نہیں تو میرے تعلق کی خاطر، میری خاطر

اس بد نصیب ملک کے لئے دعا کریں کہ بد نصیبیوں کے جتنے دن باقی ہیں، اللہ تعالیٰ دور فرما دے۔ ان رذیل اور کمینی حکومتوں کی صفیں لپیٹ دے۔

جو صرف اسلام کے نام پر نہیں، وطنیت کے نام پر بھی داغ ہیں اور انسانیت کے نام پر بھی داغ ہیں۔ حماقتوں کی پوٹیں ہیں۔ اس کے سوا ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ تمام دنیا میں پیارے عزیز وطن کو بدنام کرنے کا موجب بن رہی ہیں لیکن اللہ دن بدلے اور موسم تبدیل فرما دے اور جلد از جلد ہمارا ملک اس قسم کی نحوستوں سے آزاد ہو اور خدا کی رحمتوں اور برکات کا موجب بنے۔ پس اگر آپ کا اور تعلق اس ملک سے نہیں تو میری خاطر جس کے ہاتھ پر آپ نے بیعت کی ہے۔ میرے تعلق کی خاطر، مجھ پر رحم کرتے ہوئے میرے ملک کے لئے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

— ۵ —

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ ایک ذکر جو مجھے بہت عزیز ہے، میں بھول گیا تھا یعنی اسیران راہ مولیٰ کا ذکر۔ ہم نے دعائیں کیں، گریہ وزاری کی کہ اے خدا! اگلی صدی کے آغاز سے پہلے ان کے بندھن ٹوٹ جائیں اور وہ بھی ہماری طرح آزادی کے سانس لیتے ہوئے ہماری خوشیوں میں شریک ہوں لیکن وہ مالک ہے ہم ادنیٰ بندے ہیں۔ ابھی خدا کی تقدیر کو شاید یہ منظور نہیں تھا لیکن آپ یہ دعائیں ضرور جاری رکھیں آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں۔ خدا کی تقدیر کا حکم دنیاوی احکام پر غالب ضرور آئے گا۔ اور مجھے ہرگز مایوسی نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ غیر معمولی ایسے سامان پیدا فرمائے گا۔ کہ ہمارے یہ عزیز مظلوم بھائی جو تمام احمدیت کی نمائندگی کے طور پر اسیری کی مشقتوں میں سے گزر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے یہ بوجھ بھی آسان فرما دے۔ ان کو تسکین قلب عطا کرے۔ ہر مشکل ان کے لئے ہلکی کر دے اور پھر ان زنجیروں کے ٹوٹنے کے سامان پیدا کر دے۔ زنجیریں تو بظاہر انہوں نے پہن رکھی ہیں لیکن ان زنجیروں کی بندشیں، ان کی تنگی ہمارے دلوں کو محسوس ہو رہی ہے اس لئے جب تک وہ زنجیریں نہیں ٹوٹیں گی، اس وقت تک ہمارے دلوں کی تنگی کا یہ احساس مٹ نہیں سکتا، یہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ تو دعا کریں۔ ان کی خاطر نہیں تو اپنی خاطر ہی کریں لیکن میں جانتا ہوں کہ ہم اگر تکلیف محسوس بھی کر رہے ہوں گے تو اس تکلیف کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہمیں سعادتیں مل رہی ہیں اور یہ تکلیف اپنی ذات میں معزز تکلیف ہے۔ اس لئے فی الحقیقت کوئی سچا انسان ہی اپنی تکلیف دور کرنے کی خاطر نہیں، اپنے بھائی کی تکلیف کو دور کرنے کی خاطر یہ دعائیں کرے گا۔ اس لئے آپ خالصۃً للہ اپنے ان عزیز بھائیوں کو جس طرح پہلے دعاؤں میں یاد رکھتے آئے ہیں، مزید دعاؤں میں یاد رکھیں اور امید رکھیں اور یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ضرور مناسب وقت پر جب خدا کی تقدیر فیصلہ کرے گی، ان دعاؤں کو سنے گا اور انشاء اللہ ان بھائیوں کی قید کی زنجیریں لازماً توڑی جائیں گی۔ اللہ وہ دن جلد تر ہمیں دکھائے۔

٭٭٭

نوٹ :- "بعد میں معلوم ہوا کہ اس خطبہ کے دوران غلطی سے لفظ "پیسا" دو دفعہ پڑھا گیا ہے اس لئے طباعت سے پہلے اس حصہ کی درستی کر لی گئی ہے۔" (ایڈیٹر)

درخواست دعا

مکرم انعام الٰہی خان صاحب و مکرم عطاء الٰہی خان صاحب جرمنی سے اطلاع دیتے ہیں کہ ہماری طرف سے تمام احباب جماعت اور درویشان کرام قادیان کو "صد سالہ جشن تشکر مبارک ہو" احباب کرام سے مذکورہ ہر دو صاحبان کے اہل و عیال کی صحت و سلامتی اور دینی و دنیوی ترقیات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ نیز یہ دونوں احمدی بھائی اخبار بدر کے معاونین خاص میں سے ہیں یہ اپنے قیمتی وقت میں سے بدر کے لئے خصوصی تعاون دیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم دے آمین

(خاکسار :- رفیق احمد مالاباری مینیجر بدر)

پاکستان میں احمدی مسلمانوں پر پھر سرکار کا عتاب

صد سالہ جشن تشکر کی تقاریب پر پابندی عائد

— اقلیتوں کے حقوق کی پامالی کی روشن مثال —

امرتسر ۱۷۔ اپریل (کالکا) پاکستان میں احمدی مسلمانوں کو اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد بھی انہیں آزمائش و ابتلا میں ڈالا جا رہا ہے۔ اس سال احمدی جماعت کی طرف سے صد سالہ جشن تشکر منایا گیا۔ تو پاکستان سرکار نے احمدیہ جماعت کی تقریبات پر پابندی عاید کر دی۔ جس سے ظاہر ہے کہ پاکستان میں احمدی مسلمانوں کا قافیہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔ جماعت احمدیہ قادیان کے پریس سیکرٹری شری منصور احمد چیمہ نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ (پاکستان) چوہدری محمد سلیم کے جاری کردہ حکم کی ایک نقل ارسال کی ہے جس میں محکمہ داخلہ پنجاب پاکستان کے ٹیلی پرنٹر سے موصولہ حکم نمبر سپیشل ۸۸/III مورخہ ۱۷ر مارچ ۱۹۸۹ء کے مطابق ان تقریبات پر پابندیاں عاید کی گئی ہیں اور دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کیا گیا ہے، چونکہ ضلع جھنگ کے قصبہ ربوہ میں احمدی مسلمانوں کا مرکز واقع ہے اس لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کے جاری شدہ حکم میں ہدایت کی گئی ہے کہ عمارتوں پر چراغاں نہ کیا جائے۔ محرابیں اور دروازے تیار نہ کئے جائیں جلوس اور کانفرنسیں منعقد کرنے سے احتراز کیا جائے۔ لاوڈ سپیکر یا میگافون کا استعمال کرنا یا نعرے بازی یا بلے لگانا یا بینر لگانا۔ پمفلٹ تقسیم کرنا، پوسٹر چسپاں کرنا۔ مٹھائیاں بانٹنا۔ لنگر لگانا اور براہ راست یا بالواسطہ طور پر کوئی ایسی سرگرمی جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوں قابل سزا ہوں گے۔ اس حکم کا فوری طور پر اطلاق ہوگا۔ اور یہ حکم ۲۵ر مارچ تک جاری رہے گا۔ اس نادر شاہی حکم سے عیاں ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کے جذبات کا کس قدر احترام ہو رہا ہے۔

(روزنامہ پرتاپ ۱۵/۴/۸۹ جالندھر)

تقریب شادی :- خاکسار کے بیٹے عزیز مولوی فضل عمر محمود مبلغ سلسلہ کی شادی مورخہ ۱۰ر مارچ بروز جمعۃ المبارک ہمراہ عزیزہ بلقیس بیگم صاحبہ بنت مکرم مولوی محسن خان صاحب مرحوم ساکن کیرنگ کے ساتھ ہوئی مورخہ ۱۲/۳/۸۹ کو دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا جس میں اڑھائی صد سے زاید مرد و زن کو مدعو کیا گیا۔ قارئین بدر سے رشتہ کے بابرکت ہونے اور مثمر بثمرات حسنہ ہونے کے لئے درخواست دعا ہے۔

خاکسار :- عبداللہ خان کیرنگ

خدام الاحمدیت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا منظوم کلام ہدیۂ قارئین ہے ۱۹۵۱ یا ۱۹۵۲ کا منظوم شدہ یہ کلام بعض درستیوں کے بعد ۲۴ مارچ ۱۹۸۹ء کو لوائے احمدیت لہرائے جانے کے موقعہ پر پڑھا گیا۔ (ایڈیٹر)

ہیں بادہ مست بادہ آشام احمدیت — پیتا ہے دورِ مینا و جامِ احمدیت
تشنہ لبوں کی خاطر ہر سمت گھومتے ہیں — تھامے ہوئے سبوئے گلفام احمدیت
خدام احمدیت، خدام احمدیت

چمکا پھر آسمانِ مشرق پہ نامِ احمد — مغرب میں جگمگایا ماہِ تمامِ احمد
وہم و گمان سے بالا عالی مقامِ احمد — ہم ہیں غلام خاکِ پائے غلامِ احمد
مرغانِ دامِ احمد، خدام احمدیت

ربوہ میں آج کل ہے جاری نظام اپنا — پر قادیاں رہے گا مرکز مدام اپنا
تبلیغِ احمدیت دنیا میں کام اپنا — دار العمل ہے گویا عالم تمام اپنا
پوچھو جو نام اپنا، خدام احمدیت

چھا گئیں فضا پر تکفیر کی گھٹائیں — پھر دہریت کے دم سے مسموم ہیں فضائیں
پھونکیں ہیں جابجا پھر الحاد کی وبائیں — آؤ ان کی زد سے اسلام کو بچائیں
زورِ دعا دکھائیں، خدام احمدیت

پھر باغِ مصطفیٰ کا دھیان آیا ذوالمنن کو — سینچا پھر آنسوؤں سے احمد نے اس چمن کو
آہوں کا تھا بگولا وا پھولوں کی انجمن کر — اور کھینچ لائے نالے مرغانِ خوش لحن کو
لوٹ آئے پھر وطن کو خدام احمدیت

اٹھو کہ ساعت آئی اور وقت جا رہا ہے — پسرِ مسیح دیکھو کب سے جگا رہا ہے
گو دیر بعد آیا از راہِ دور لیکن — وہ تیز گام آگے بڑھتا ہی جا رہا ہے
تم کو پکار رہا ہے خدام احمدیت

درخواستہائے دعا

- محترمہ نعیمہ بانو صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ فیض آباد سے تحریر فرماتی ہیں کہ ان کے شوہر اور بیٹے کی طبیعت عرصہ سے خراب چلی آرہی ہے صحت کاملہ کے لئے درخواست دعا ہے۔
- محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب اروال۔ اپنی اپنے اہل و عیال کی روحانی جسمانی ترقی مقاصد عالیہ میں نمایاں کامیابی اور صحت و سلامتی کے لئے دعا کی درخواست۔
- مکرم عبد العزیز خان صاحب (عرف دادو میاں) اپنی اہلیہ صاحبہ کی صحت و سلامتی کاروبار میں ترقی اور نرینہ اولاد کے لئے درخواست دعا۔
- محترمہ امۃ النعیم صاحبہ سیکرٹری لجنہ اماء اللہ حیدر آباد اپنی، اپنے شوہر اور بچوں کی روحانی جسمانی ترقیات، کاروبار میں ترقی صحت و سلامتی اور خیر و برکت والی لمبی زندگی پانے اور بچوں کے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے درخواست دعا۔
- محترم مسعود احمد صاحب مکینک مع اہل و عیال روحانی جسمانی ترقی کاروبار میں برکت اور ہر قسم کی بھلائی کے لئے درخواست دعا۔
- محترم ڈاکٹر سید یوسف احمد صاحب کینیڈا سے خیر و برکت اور سلسلہ کی احسن رنگ میں خدمت کی توفیق پانے اور اہل و عیال کے خادم احمدیت بننے کے لئے اور روحانی جسمانی ترقیات کے لئے درخواست دعا۔
- محترم سیٹھ محمد اسماعیل صاحب صدر جماعت جینتہ کنڈہ۔ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت و سلامتی اور خیر و برکت، کے لئے درخواست دعا۔
- مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس مبلغ سلسلہ آندھرا صحت و سلامتی خیر و برکت۔ اور احسن رنگ میں خدمت سلسلہ کی توفیق پانے کے لئے درخواست دعا۔
- محترم ڈاکٹر حافظ صالح محمد الہ دین صاحب سکندر آباد اپنے والدین اور اہل و عیال کی صحت، وسلامتی اور اپنی بیگم صاحبہ کی صحت کاملہ کے لئے درخواست دعا۔
- مکرم مولوی سلطان احمد صاحب ظفر مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کلکتہ اپنی اپنے اہل و عیال کی روحانی جسمانی ترقیات، اور احسن رنگ میں خدمت سلسلہ کی توفیق پانے کے لئے درخواست دعا۔
- محترم سیٹھ یوسف احمد صاحب الہ دین سکندر آباد اپنی صحت کاملہ اور جملہ مشکلات کے ازالہ اور خیر و برکت کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں احباب ان تمام کی مشکلات اور پریشانیوں کے ازالہ کے لئے دعا کریں۔ (ایڈیٹر)

اخبار قادیان

۲۱ شہادت (اپریل) مقامی طور پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان مع محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ و درویشان کرام و احباب جماعت بخیر و عافیت ہیں الحمد للہ۔

- مکرم و محترم اللہ بخش صادق صاحب ناظر خدمت درویشاں ان دنوں بخیر و عافیت قادیان میں ہی تشریف فرما ہیں۔
- رمضان المبارک میں ہر دو مرکزی مساجد میں درس قرآن مجید و حدیث شریف حسب پروگرام جاری ہے۔ مسجد مبارک میں مکرم مولانا محمد شریف صاحب، اور مکرم حافظ شریف الحسن صاحب اسی طرح مسجد اقصیٰ میں مکرم حافظ مظہر احمد صاحب طاہر اور مکرم حافظ سید رسول صاحب نماز تراویح پڑھانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

خطبہ جمعہ

خدا تعالیٰ آپ کی جھوٹی جنتوں کو توڑتا ہے اور فنا کر دینا چاہتا ہے

خدا کی خاطر آپ کو ویرانے اختیار کرنا پڑتے ہیں اور پھر خدا ان ویرانوں کو دوبارہ بساتا ہے

اس نئی کائنات کے حصول کی کوشش کرنا حقیقی اسلام ہے اور یہی وہ فرار الی اللہ ہے جس کی یہ آخری منزل ہے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۳ ر صلح (جنوری) ۱۳۶۸ ہش / ۱۹۸۹ء بمقام مسجد فضل لندن

مکرم نصیر احمد جاوید صاحب مبلغ سلسلہ دفتر P.S لنڈن کا قلمبند کردہ یہ بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ لا بدر کلیتہً اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کر رہا ہے ——— (ایڈیٹر)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور اقدس نے فرمایا:-

گزشتہ خطبے سے پہلے، دو خطبوں میں یا تین خطبوں میں میں فرار الی اللہ کا مضمون بیان کر رہا تھا یعنی قرآن کریم نے جو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ فِرُّوا اِلَى اللّٰهِ ؎ اللہ کی طرف دوڑو، تو یہ فرار الی اللہ یعنی اللہ کی طرف دوڑنا کیا معنی رکھتا ہے۔

اس ضمن میں، میں نے یہ بات خوب کھول کر بیان کی کہ اللہ کی طرف بھاگنے سے مراد یہ ہے کہ بعض بُری صفات کو چھوڑ کر بعض

اچھی صفات اختیار کرنا

غیر اللہ کے رنگ چھوڑ کر اللہ کا رنگ اختیار کرنا اور اس کے سوا خدا کی طرف دوڑنے کے اور کوئی معنی نہیں۔ خدا تعالیٰ کو پکارنا اور بات ہے اور خدا کی طرف دوڑنا اور بات ہے ایک انسان مصائب میں جکڑا ہوا خدا کو پکار تو سکتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ وہ خدا کی طرف دوڑ رہا ہو بعض دفعہ انسان ایسے دشمن کے گھیرے میں آ جاتا ہے کہ وہ نجات دہندہ کا تصور کر کے اس کو بلاتا تو ہے لیکن اس کی طرف جانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو مضطر کی دعا کا مضمون اور ہے اور فِرُّوا اِلَى اللّٰهِ کا مضمون اور ہے۔

فِرُّوا اِلَى اللّٰهِ کا مضمون امن کی حالت سے تعلق رکھتا ہے۔ جبکہ ابھی دشمن نے انسان کو گھیرے میں نہیں لیا اور ہر طرف سے اسے خوف محسوس ہوتا ہے اور جوں جوں خوف کا شعور بڑھتا چلا جاتا ہے جوں جوں گناہوں کی ماہیت کا زیادہ علم ہوتا چلا جاتا ہے انسان ہر خوف کے مقام سے امن کے مقام کی طرف یعنی خدا کی طرف دوڑنے لگتا ہے تو بدیوں کو ترک کرنا اور نیکیوں کی طرف جانا محض ایک ظاہری دنیوی کوشش کے طور پر نہیں بلکہ ایک خاص جذبے کے تابع، جس کا خدا سے گہرا تعلق ہے،

یہ ہے فرار الی اللہ

میں نے اس ضمن میں ایک مثال پیش کی تھی کہ کس طرح حرص کو قناعت میں تبدیل کرنا فرار الی اللہ ہوتا ہے اس ضمن میں بعض اور صفات کا بھی ذکر آیا ان میں سے ایک، غنیٰ ہے اسی طرح تبتّل کا ذکر بھی آیا یعنی اپنے آپ کو دوسری چیزوں سے منقطع کر کے اللہ کی طرف تبتّل اختیار کرنا اب میں اس مضمون کے اس حصے پر نسبتاً زیادہ روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔

قناعت کا مضمون بہت عمدہ ہے لیکن قناعت کی ترقی یافتہ صورت غنیٰ ہے۔ قناعت اپنی ذات میں کافی نہیں اور قناعت اور غنیٰ میں فرق دکھانے کے لئے میں یہ مثال آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ ایک انسان کے پاس جو کچھ ہے اگر وہ اس پر راضی ہے اور باہر کی طرف جو کچھ اس کے پاس نہیں ہے ان سمتوں میں اتنی حرص کے ساتھ نہیں دیکھتا کہ گویا ان چیزوں کے بغیر اس کی زندگی اجیرن ہو جائے گی تو یہ قناعت ہے لیکن بعض دفعہ ایک قانع آدمی ان چیزوں سے محروم ہو جاتا ہے جو اس کے پاس تھیں اور اس وقت اس کے صبر کا بھی امتحان ہوتا ہے اور اس کی قناعت کا مقام بھی پہچانا جاتا ہے ایسی صورت میں دو طرح کی صفات انسان کی مدد کرتی ہیں یا تو وہ صابر ہو۔ قناعت کے باوجود ہاتھ میں آئی ہوئی وہ چیز جس کی عادت پڑ چکی ہو اس کے ہاتھ سے نکلنے کے صدمے کو برداشت کرنے کی طاقت صبر سے حاصل ہو سکتی ہے اور اس سے اعلیٰ مرتبہ کی چیز جو قناعت کی ترقی یافتہ صورت ہے، وہ غنیٰ ہے۔ یعنی چیزوں سے تعلق تو ہے لیکن ان کے بغیر بے قراری اتنی نہیں بڑھتی کہ گویا

انسان کی زندگی اجیرن ہو جائے

پس غنیٰ کا مطلب یہ نہیں کہ چیزوں سے تعلق نہیں ہوتا غنیٰ کا مطلب یہ ہے کہ چیزوں سے تعلق ہے تو سہی لیکن ان کے بغیر انسان کا نقصان نہیں ہوتا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مرزا مبارک احمد سے بہت پیار تھا آپ کے لڑکوں میں سب سے چھوٹے تھے اور آپ کو بہت ہی پیارے تھے چنانچہ ان کی وفات پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اشعار کہے ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان سے کتنی گہری محبت تھی ۔

جگر کا ٹکڑا مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خو تھا
وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر ؎

جگر کا ٹکڑا کہا اس کو، پاک شکل، پاک خو۔ ویسے بھی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ بہت پیار تھا لیکن جب خدا نے بلا لیا تو دل کی آخری

؎ سورۃ الذاریات آیت نمبر ۵۱

؎ در ثمین۔ منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آزاد بے نیازی تھی۔

بُلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

پس وہ غنیٰ جو اللہ کے تعلق کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ چیزوں سے پیار نہیں رہتا' اس کا مطلب یہ ہے کہ چیزوں سے پیار تو رہتا ہے لیکن ان کی جدائی نہیں محسوس ہوتی۔ یعنی اس حد تک محسوس نہیں ہوتی جتنی اس انسان کو جو ان چیزوں پر انحصار کرنے لگ جاتا ہے۔ پس اس مضمون کو مزید کھولنے کی خاطر میں یہ مثال دیتا ہوں کہ آپ لوگ جو بعض دفعہ گرمیوں میں جمعہ میں بیٹھتے ہیں دوپہر کے وقت میں ایسے جمعہ ہو رہا ہوتا ہے کہ نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔ بعض لوگ کھانا کھا کر آتے ہیں تو نیند کی کافی مستی چڑھ جاتی ہے اور جمعہ میں لوگ اکثر جھٹکے کھاتے ہیں اگر کوئی انسان جاگا ہوا ہے تو اس کے ساتھ جڑا ہوا انسان اگر اپنے کندھے کو ایک طرف ہٹالے تو اس جاگے ہوئے انسان کو کچھ بھی نہیں ہوگا شاید وہ کچھ تھوڑی سی کشادگی محسوس کرے لیکن نقصان کوئی نہیں لیکن اگر اس وقت وہ سو چکا ہو اور کوئی اچانک کندھا ہٹائے تو ایسا شخص گر جاتا ہے اور بسا اوقات ہم نے دیکھا ہے کہ بچے بعض دفعہ شرارت سے ساتھ کے بچے کو جو سو چکا ہو گرانے کی خاطر ایک دم اپنا کندھا پیچھے کر لیتے ہیں تو شعور آپ کو گرنے سے بچاتی ہے آپ کو زندگی کا وہ شعور بخشتی ہے جو آپ میں اور ایک سوئے ہوئے غفلت کی حالت میں زندہ رہنے والے انسان میں فرق کر دیتی ہے دنیا کی قیمتی بھی چیزیں ہوں وہ آپ سے اپنا تعلق توڑتی ہیں تو آپ کو بے سہارا نہیں چھوڑ دیتیں کیونکہ

آپ کا سہارا خدا کی ذات پر ہوتا ہے

یہ بے غنیٰ جو دراصل قناعت کے بعد پیدا ہوتی ہے جو شخص قانع نہیں ہے اس کو غنیٰ کا کچھ علم نہیں پہلے قانع ہونا ضروری ہے پھر قناعت میں معرفت حاصل ہونے کے نتیجے میں انتہائی غنیٰ حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق غنی کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور اس مضمون کو جب ہم خدا کی ذات میں جاری ہوتا ہوا دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقتاً غنی ہے' اس کے سوا دراصل کوئی غنی نہیں اسی وجہ سے میں نے غنیٰ کے لفظ کے ساتھ بار بار یہ کہا کہ خدا کے تعلق کی بناء پر غنیٰ نصیب ہو سکتی ہے ورنہ نہیں نصیب ہو سکتی کیونکہ غنیٰ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کچھ بھی نہ ہو اور انسان راضی ہو جیسا کہ میں نے کہا تھا یہ قناعت کی ترقی یافتہ صورت ہے قناعت کے بعد غنیٰ تب نصیب ہوتی ہے جب اس سے تعلق ہو جس کے پاس سب کچھ ہے۔ اس لئے یہ صبر سے بھی مستغنی کر دیتی ہے غنیٰ کا صبر سے بالا مقام ہے اگر انسان کو یہ معلوم ہو کہ جس سے میرا تعلق ہے اس کے پاس سب کچھ ہے اور یہ یقین ہو کہ جو کچھ میرے ہاتھ سے جا رہا ہے وہ اس کے پاس جا رہا ہے تو اس کامل شعور اور عارفانہ شعور کا نام غنیٰ ہے۔ پس یہ ہے کہ غنیٰ اللہ کے تعلق کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جہاں تک خدا کی غنیٰ کا تعلق ہے اس کا نقشہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر کھینچا اور آپ ہی کے الفاظ میں ایک لمبی حدیث میں سے ایک اقتباس پڑھ کر سناتا ہوں۔ یہ حدیث قدسی ہے یعنی خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اپنی ذات کا عرفان ان الفاظ میں بخشا فرمایا یعنی دنیا کو بتا دو کہ اگر تمہارے اگلے اور پچھلے' تمہارے زندہ اور تمہارے مردہ تمہارے رطب و یابس یعنی مومن اور غیر مومن' نیک اور بد' سب کے سب میرے بندوں میں سے بدبخت ترین آدمی کے دل کی مانند ہو جائیں' بدبخت ترین آدمی کے دل کی مانند۔ یہ عجیب مثال ہے کیونکہ بدبخت ترین آدمی کا دل وہ ہے جو خدا سے سب سے زیادہ دور ہے اور خدا کا دشمن ہے تو فرمایا کہ صرف دوری نہیں' مجھ سے کٹے نہ جائیں بلکہ بدبخت ترین آدمی کے دل کی طرح سیاہ ہو جائیں اور میری دشمنی اور میری نفرت کے سوا وہاں کچھ نظر نہ آئے تو یہ بات میری بادشاہت میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی کمی نہیں کر سکتی (مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۵۴)

پس کھونے کے نتیجے میں بے چینی کا نہ ہونا یہ تبھی ممکن ہے جب اتنا ہو کہ کمی کا احساس ہی نہ ہو۔ یہ غنیٰ ہے ورنہ صبر ہے تو حقیقی غنیٰ خدا کے سوا کسی ذات کو حاصل نہیں ہو سکتی اور ایک جاہل کی خواب ہے اگر کوئی انسان یہ سوچے کہ میں غنی ہوں' مجھے کوئی پرواہ نہیں غنیٰ خدا سے تعلق کے نتیجے میں پیدا ہو سکتی ہے اور خدا سے ایسے تعلق کے نتیجے میں جس کے ساتھ عجز کے باوجود مالکیت کا احساس ہو یعنی خدا کی کائنات میں خدا کی عطاء کے نتیجے میں شراکت کا احساس ہو یہ وہ احساس اور شعور ہے جو انسان کو سچی غنیٰ بخشتا ہے اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے — اور اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے تمہارے زندہ اور تمہارے مردہ اور تمہارے رطب اور تمہارے یابس' سب کے سب اکٹھے ہو جائیں اور ان میں سے ہر ایک اپنی خواہش کے مطابق مطالبہ کرے اور میں ان میں سے ہر سوال کرنے والے کو جو کچھ اس نے مانگا ہے اسے دے دوں تو یہ چیز میری بادشاہت میں اتنی بھی کمی نہیں کر سکتی جتنا کہ وہ شخص جو سمندر کے کنارے سے گزرتے ہوئے اس میں سوئی ڈبوئے اور اسے نکال لے' سوئی کے ناکے کے ساتھ جتنا پانی چمٹا ہوا رہ جائے گا' وہ پانی سمندروں میں جتنی کمی کر سکتا ہے تم سب کی مانگی ہوئی تمام خواہشات بھی میں پوری کر دوں تو میری کائنات میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی (مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۵۴)

یہ اصل مثبت پہلو ہے جس کے نتیجے میں وہ دوسرا پہلو پیدا ہوتا ہے یعنی غنیٰ کا لفظ جو استغناء کے معنی رکھتا ہے وہ استغناء کے معنی اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ غنی کے پاس سب کچھ ہے۔ پس جس شخص کو خدا کے ساتھ ہونے کا احساس نہ ہو اور یہ یقین نہ ہو کہ خدا میرے ساتھ ہے وہ نہ غنی ہے نہ مستغنی ہے۔ غنیٰ کا ایک غلط مطلب ہم اپنے روزمرہ کے تعلقات میں یہ سمجھتے ہیں کہ کسی سے تعلق ٹوٹے تو ہم کہیں جاؤ جہنم میں۔ ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ پنجابی میں اس قسم کے بہت سے محاورے ملتے ہیں کہ جس شخص سے کسی چیز کی توقع تھی اس نے پوری نہیں کی' کسی سے تعلق تھا' اس نے توڑ دیا تو کہتے ہیں۔ جاؤ جہنم میں۔ تو اردو میں کہتے ہیں۔ پنجابی میں کہتے ہیں۔ خصماں نوں کھا۔ عجیب سا محاورہ ہے' اس کی تفسیر کی ضرورت نہیں۔ مگر پنجابی اس مضمون کو خوب سمجھتے ہیں یہ پنجاب کی استغناء کی آخری شکل ہے اس کو بدخلقی کہتے ہیں یہ استغناء نہیں ہے کیونکہ بدبخت جب خدا کو چھوڑ کے جاتا ہے تو اس کے جانے سے کمی تو کچھ نہیں ہوتی مگر خدا تعالیٰ کی ذات اس کے لئے نفرت کے جذبات اپنے اندر نہیں رکھتی بلکہ اس کے واپس آنے کی منتظر ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اس مضمون کو ایک اور رنگ میں یوں بیان فرمایا کہ۔ اگر کوئی شخص صحرا میں ایسی جگہ ہو کہ دور دور تک اس کو کوئی مدد کوئی سہارا نہ ہو' اس کی اونٹنی پر اس کا سارا سامان لدا ہوا ہو۔ دوپہر کے وقت وہ آرام کی خاطر کچھ دیر کے لئے سستانے لگے اور اس عرصے میں اس کی اونٹنی جس پر اس کا پانی اس کی خوراک سب کچھ لدا ہوا تھا وہ بھٹک جائے اور اس کے ہاتھ سے جاتی رہے ایسے وقت وہ اس اونٹنی کے لئے کیسی طلب محسوس کرتا ہے اس کا ذکر حضورؐ نے نہیں فرمایا لیکن اس کے بعد یہ فرمایا کہ اچانک۔۔ وہ اونٹنی اس کو مل جائے تو اس کو

جتنی خوشی اس کھوئی ہوئی اونٹنی سے محسوس ہوتی ہے۔

اس سے زیادہ خدا اپنے گناہگار بندے کے واپس آنے کے متعلق محسوس کرتا ہے جو اس کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب التوبہ) تو خدا کی جو غنیٰ ہے یہ اخلاق کی بہت ہی اعلیٰ منزل ہے اس کا اس بداخلاقی سے کوئی تعلق نہیں کہ ہم اپنے تعلق توڑنے والوں کو کہتے ہیں "جاؤ جہنم میں" کیونکہ خدا تعالیٰ ہر چیز کی پرواہ کرتا ہے پس ایک طرف کچھ بے پرواہ نہ ہونا اور ایک طرف بے پرواہ کی حد بلکہ ایسا مقام کہ گویا حاجت کوئی نہیں ان دونوں کے امتزاج کا نام دراصل غنیٰ ہے وجہ یہ ہے کہ کوئی چیز جو خدا کی ملکیت ہے وہ جب اس سے الگ

ہوتی ہے ۔ تو اس کی ملکیت اس سے الگ ہوتی ہے ۔ کیونکہ بے انتہا ہے اس کے پاس اس لئے اس کا الگ ہونا خدا کو نقصان نہیں پہنچاتا ۔ یہ ہے شئی لیکن جو چیز ہو اس سے اس کو پیار ہوتا ہے اور اس تعلق کی بناء پر جب وہ واپس ملتی ہے تو خدا تعالیٰ کی ذات کو اس وجہ سے خوشی نہیں ہے کہ گویا اس کے خزانوں میں اضافہ ہو گیا ہے بلکہ اس کے پیار کی طلب پوری ہوتی ہے اس لئے احتیاج پورا ہونے کی مثال تو بندہ کی وجہ سے دی گئی ورنہ بندہ تو ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتا ورنہ اس مثال کے حقیقی معنی یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اتنا تعلق اتنا پیار ہے کہ ان کے جانے سے اگرچہ اس کو کوئی نقصان نہیں لیکن ان کے آنے سے اس کو بہت خوشی ہوتی ہے تو حقیقت میں خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کے نتیجے میں ہی اعلیٰ اخلاق نصیب ہو سکتے ہیں۔

اگر ہم خدا تعالیٰ کی صفات پر غور نہ کریں تو ہم ہرگز اعلیٰ اخلاق حاصل نہیں کر سکتے

پس فرار الی اللہ کی جب میں بات کرتا ہوں تو میری مراد یہ نہیں ہے کہ کسی بدی کو ایک دم ارادے کے ساتھ چھوڑ دیا جائے بلکہ یہ مضمون بہت گہرا ہے یعنی مومن کی زندگی میں بدی چھوڑنا اور نیکی اختیار کرنا کوئی دنیا دار کیساتھ گزرنے والا واقعہ نہیں ہے ۔ بعض لوگ ارادہ کرتے ہیں کہ آج سے میں جھوٹ نہیں بولوں گا ان کے جھوٹ چھوڑنے میں اور ایک مومن کے فرار الی اللہ میں بے انتہا فرق ہے کیونکہ مومن جب جھوٹ چھوڑ کر سچائی کو اختیار کرتا ہے تو حق کا جو تصور وہ باندھتا ہے وہ خدا کا تصور ہے اور خدا کے حق ہونے اور بندے کے سچائی کے تصور میں زمین آسمان کا فرق ہے ۔ خدا کی صفات میں اتنی گہرائی ہے کہ خدا کی ذات کی طرح خدا کی ہر صفت بھی لامتناہی ہے پس یہ سفر ایک ایسا سفر بن جاتا ہے جس کو انسان ساری زندگی بھی ختم نہیں کر سکتا ۔ طے کرتا رہتا ہے ۔ یعنی ایک مقام سے دوسرے مقام، دوسرے سے تیسرے مقام، تیسرے سے چوتھے مقام کی طرف منتقل ہوتا چلا جاتا ہے لیکن یہ کہنا کہ میں نے اس سفر کا آخری مقام حاصل کر لیا ہے یہ درست نہیں ہے ۔

جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا ایک انسان حد استطاعت تک اس مرتبے کو حاصل کر سکتا ہے جو خدا نے اس کی ہیئت کے اندر رکھا ہوا ہے اس کی شاکلت کے اندر کچھ مقرر ہوئی ہوئی حدود ہیں ان حدود کے آخری کنارے کو چھونا انسان کی تکمیل ہے اور ہر شخص کی حدود کا آخری کنارہ الگ الگ ہے اسی لئے جب ہم کہتے ہیں کہ تمام نبی معصوم اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ[۵]

تو ساتھ ہی جب یہ کہتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سید المعصومین معصوموں کے بھی سردار تو ان دو چیزوں میں تو تضاد نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء معصوم ہیں لیکن ہر نبی اپنی استطاعت کے مطابق معصوم ہے ۔ اس کے لئے خدا نے معصومیت کی جو حدیں مقرر فرمائی ہوئی تھیں ہر نبی نے اپنی حد کو چھو دیا ہے ۔ لیکن جب حدیں وسیع ہوں تو محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے اور زیادہ جہاد کرنا پڑتا ہے اُن حدود پر عبور حاصل کرنے کے لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی استطاعت کی حدیں زیادہ تھیں اس لئے آپ کو بہت زیادہ محنت کرنی پڑی ہے ۔ ایک لحاظ سے تو آپ نے وہی کچھ کیا ہے جو باقی انبیاء نے کیا یعنی اپنی حد استطاعت تک پہنچے لیکن ایک دوسرے لحاظ سے آپ نے اپنی حد استطاعت کو چھونے کے لئے بہت زیادہ محنت کی ہے بہ نسبت دوسرے انبیاء کے جنہوں نے اپنی اپنی حد استطاعت کو چھوا ۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے فرق کو ظاہر کرنے کے لئے اس واقعہ کو ایک مثیل کے طور پر ہمارے سامنے رکھا کہ جب حضرت موسیٰ نے خدا سے یہ عرض کیا کہ مجھے اپنا چہرہ دکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو میرے چہرے کو نہیں دیکھ سکتا ۔ حالانکہ پہلا سفر جو خدا کی طرف کیا گیا تھا اس میں آپ نے خدا کو دیکھا آگ کے ایک شعلے کی صورت میں آپ نے خدا کو دیکھا تھا تو یہ جو فرمایا کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا اس سے مراد یہ تھی کہ

جو جلوہ تو چاہتا ہے وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم والا جلوہ ہے یعنی آپ دیکھ سکتے ہیں اور تو نہیں دیکھ سکتا ۔

چنانچہ اس فرق کو دکھانے کی خاطر اللہ نے فرمایا کہ تو پہاڑ پر تجلی کرتا ہوں اگر یہ تو برداشت کر سکے تو پھر وہ جلوہ بھی برداشت کر سکتا ہے [illegible] نے جب پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور حضرت موسیٰ غش کھا کے گر پڑے تو سوال ہے کہ حدیں تو الگ ہیں ۔ لیکن ہر حد کو چھونے کے لئے محنت میں فرق پڑ جاتا ہے جس حد تک حضرت موسیٰ پہنچے تھے اس حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بھی پہنچے لیکن پھر آگے بھی تو بڑھے اس لئے کہ آپ کی حد زیادہ اونچی تھی ۔ اسی مضمون کو خدا تعالیٰ نے معراج کی شکل میں بیان فرمایا ۔ پس مختصر کے نتیجے میں جب انسان دوسری چیزوں کو ترک کر کے خدا کی طرف منتقل ہونے لگتا ہے تو اس مضمون کو ہر انسان اپنی ذات پر پہلے چسپاں کرے اور یہ معلوم کرے کہ کہاں کہاں میری ذات میں خدا نہیں ہے اور غیر اللہ موجود ہے اس طرح جب غور کرے گا تو ہر شخص کے بت بھی مختلف ہونگے ہر شخص کے سفر کی طوالت بھی الگ الگ ہو جائے گی لیکن

ہر شخص کا انتہائی مقام ایک مقرر ہے

اس مقام تک پہنچنا اس کے لئے ممکن ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جتنا تو ہر شخص کے لئے ممکن نہیں ہے یقیناً ممکن نہیں ہے ۔ یعنی اس تشریح کے ساتھ جو میں نے بات کی ہے لیکن ہر شخص کا اپنی آخری حد کو چھو لینا یہ ممکن ہے ۔ اس پہلو سے فرار الی اللہ کا سفر جو ہے وہ ساری زندگی پر محیط ہو جاتا ہے اور انسان اپنے نفس میں ڈوب کر جب وہ جگہیں تلاش کرتا ہے، جہاں خدا نہیں ہے تو شاذ ہی کوئی ایک ایسا انسان ہو جسے وہ جگہیں نہ ملتی ہوں اگر وہ بصارت کے ساتھ آنکھیں کھول کر دیکھے اور اگر آنکھیں بند رکھے تو ہر انسان سمجھتا ہے کہ میرے اندر خدا ہی خدا ہے اور کچھ بھی نہیں ہے ۔ چنانچہ اندھے یہ دعویٰ کر دیتے ہیں کہ ہم خدا والے ہو چکے ہیں اور صاحب بصیرت لوگ یہ جانتے ہیں کہ ابھی ہمارا بہت سا سفر طے کرنا باقی ہے جن کو غیر کی نظر خدا والا سمجھ رہی ہوتی ہے ان کی اپنی نظر اپنے آپ کو خدا والا نہیں سمجھ رہی ہوتی ۔ چنانچہ وہ قرآن کریم کی اس آیت کے تابع اپنا زندگی کا سفر جاری رکھتے ہیں ۔

فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ[۲]

کہ تم اپنے نفسوں کا تزکیہ نہ کرو ۔ یہ فضول بات چھوڑ دو ۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ تم میں سے کون ہے جو صحیح معنوں میں مکمل تزکیہ اختیار کر چکا ہے پس جماعت اگر اپنے نفس میں ڈوبنے کا شعور حاصل کر لے تو بہت سی مصیبتوں اور دھندوں سے چھٹکارا مل جائے ہر وقت جو

بعض لوگ دوسروں پر تنقید کر کے منافرت پھیلانے والے

دوسروں پر اپنی برائیاں کرنے والے اور اپنے بھائیوں کی تحقیر کرنے والے آپ کو ملتے ہیں کسی سے چھوٹی سی غلطی ہو گئی اس کو اچھالتے ہیں اور دنیا میں اس کو مشتہر کرتے ہیں سارا معاشرہ اس سے دکھی ہو جاتا ہے لیکن اگر آپ خدا کی طرف سفر اختیار کرنا شروع کریں جس طرح

میں نے آپ کو سمجھایا ہے یعنی اپنے نفس میں ڈوب کر فرار الی اللہ اختیار کرنا شروع کریں تو سارا معاشرہ ان بدیوں سے پاک ہو جائے گا بجائے اس کے کہ غیر ہمارے شر سے پناہ مانگیں یہ وہ مقام ہے جہاں شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا کی دعا حقیقت اختیار کر جاتی ہے۔ جب انسان یہ کہتا ہے کہ اے خدا ہمیں اپنے نفس کے شرور سے بچا تو ایسا انسان جو یہ دعا کرتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ وہ حقیقی معنوں میں یہ دعا کر رہا ہو۔ کسی ایسے شخص کی یہ دعا قبول نہیں ہو سکتی، جس کے شر سے اس کے ساتھی نہیں بچے رہے۔ جس کے شر سے اس کے بھائی، اس کی بہنیں، اس کا معاشرہ نہیں بچا وہ اگر خدا کے حضور دن رات کے وظیفے کے طور پر تکرار کرتا رہے کہ اے خدا! مجھے میرے نفس کے شرور سے بچا۔ اے خدا ہمیں ہمارے نفس کے شرور سے بچا تو اس کی دعا کوئی بھی معنی نہیں رکھے گی جب تم غیر کو اپنے نفس کے شر سے نہیں بچاتے تو اپنے آپ کو کیسے اپنے نفس کے شر سے بچا سکتے ہو اس لئے

اپنے شرور کو پہلے اپنی ذات کے دائرے میں تو محدود کرو،

غیر کو پناہ دے دو پھر یہ دعا کرو، پھر اندر کا سفر بہت ہی مشکل سفر ہے وہ دعا کی مدد سے آسان ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ دعا کے بغیر یہ سفر اختیار کرنا اور منزلیں طے کرنا ممکن نہیں ہے اس سے اگلا مقام ہے جسے تبتّل کا مقام کہا جاتا ہے۔ فرار خوف سے تعلق رکھتا ہے اور تبتّل طمع سے تعلق رکھتا ہے چنانچہ فرار اور تبتّل کے مضمون کو اگر سمجھنا ہو تو قرآن کریم کی یہ آیت اس کی تشریح کرتی ہے

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ
رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
يُنْفِقُوْنَ [1]

کہ خدا کے بندے کچھ ایسے ہوتے ہیں، جن کے پہلو راتوں کو اپنے بستروں اور آرام گاہوں سے الگ ہو جاتے ہیں۔ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں خوف کی وجہ سے بھی اور طمع کی وجہ سے بھی خوف کی وجہ سے خدا کو پکارنا اور اس کی مدد چاہنا یہ فرار الی اللہ کے مضمون سے تعلق رکھتا ہے اور طمع کی وجہ سے خدا کی طرف بڑھنا اور دوسروں سے اپنا تعلق توڑ لینا یہ — وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا [2] کا مضمون ہے جو فرار کے بعد انسان کو نصیب ہوتا ہے۔ پس فرار میں غیر اللہ سے انسان اس کے ڈر سے خدا کی طرف دوڑ رہا ہے اور تبتّل میں اللہ کی محبت اس پر اتنا غلبہ کرتی چلی جاتی ہے کہ غیر اللہ کی طرف سے اس کا دل بجھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ

اسے غیر اللہ سے ایک انقطاع نصیب ہو جاتا ہے

یہ مضمون بھی اتنا وسیع ہے، سوائے خدا کے چند خوش نصیب انسانوں کے کسی شخص نے اپنی حدِ استطاعت تک اس مضمون کا سفر طے نہیں کیا اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ یکتا انسان تھے جنہوں نے تمام انبیاء سے بڑھ کر اس سفر کے سارے مراحل طے کر لیئے اور کامل طور پر تبتّل الی اللہ اختیار کر لیا۔ پس تبتّل الی اللہ سے متعلق کچھ تفصیل ضروری ہے کیونکہ یہ خیال غلط ہے کہ پہلے فرار کی ساری منزلیں طے ہو جائیں تب تبتّل کا سفر شروع ہوتا ہے بیک وقت دونوں باتیں چل سکتی ہیں۔ تبھی خدا تعالیٰ نے ایک آیت میں ان دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے یعنی

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ
رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
يُنْفِقُوْنَ

کہ ان کے پہلو راتوں کو اپنی آرام گاہوں سے جدا ہوتے ہیں خوف کی وجہ سے بھی اور طمع کی وجہ سے بھی پس یہ درست ہے کہ جہاں انسان فرار اختیار نہیں کرتا اس حصے میں اسے خدا کی طمع نصیب نہیں ہو سکتی لیکن یہ درست نہیں ہے کہ جب تک پورا فرار نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی طمع بھی پیدا نہیں ہو سکتی بعض انسان بعض گناہوں میں ملوث ہوتے ہیں اور بعض دوسرے پہلوؤں سے خدا تعالیٰ کی بعض صفات کی طمع ان کو نصیب ہو چکی ہوتی ہے۔ ان پہلوؤں میں جہاں ان کو طمع نصیب ہو جاتی ہے وہاں وہ ان کے مقابل کی برائیوں سے مکمل فرار اختیار کر چکے ہوتے ہیں لیکن بعض دوسری جگہ ان کے دامن اٹکے ہوتے ہیں آپ جب جنگلوں میں سفر کرتے ہیں تو ضروری نہیں کہ آپ کا تار تار کانٹوں میں پھنس جائے۔ بعض پہلو کانٹوں میں پھنسے ہوتے ہیں بعض آزاد ہوتے ہیں جو آگے کی طرف بڑھ رہے ہوتے ہیں اس لئے یہ دونوں مضمون بیک وقت شروع ہوں گے لیکن طمع کا مقام فرار کے بعد آئے گا یعنی

ہر فرار کے بعد ایک طمع کا مقام پیدا ہو گا۔

اس لئے اس طمع کو اگر ہم تبتّل میں تبدیل کر کے دیکھیں تو اس کا ایک نقشہ ذہن میں ابھرتا ہے جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

ایک پھل جو پکا ہوا نہ ہو اس کی جلد اوپر سے اتارنے کی کوشش کریں تو آپ دیکھیں گے کہ یا تو وہ ٹکڑے ہو کر اترے گی یا بار بار جگہ جگہ سے وہ پھل بھی اس کے ساتھ آ جائے گا لیکن جو پھل پک چکا ہو۔ اس کی جلد بعض دفعہ خود بھی پھول کر اس سے الگ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بیجوں کا حال ہے اور دنیا میں ہر جگہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک چیز جب وہ دو تعلق رکھتی ہو تو ایک تعلق جب تک مکمل طور پر دوسرے تعلق سے مغلوب نہیں ہو جاتا وہ چیز آسانی سے اس سے الگ نہیں ہو سکتی آپ میں سے ہر شخص کو زخموں کا تجربہ ہے جو ٹھیک ہو جاتے ہیں اور ان کے اوپر ایک کھرنڈ سا اس کو کہتے ہیں یعنی ایک چھلکا سا زخم کے اوپر آ جاتا ہے نادان لوگ کچے چھلکے کو چھیڑتے رہتے ہیں بچے اور بندر وہ برداشت ہی نہیں کر سکتے۔ ہلکی سی جب کھجلی پیدا ہوتی ہے وہ تبتّل کے مقام سے پہلے کی کھجلی ہے ابھی پورا تبتّل نہیں ہوا ہوتا لیکن تبتّل میں بھی ایک مزہ ہے اور اس مزے کے نتیجے میں نادانوں کے ہاتھ جو بار بار اس جگہ پر پہنچتے ہیں کہ اسے اب اتار ہی دیں لیکن اتارنے کے لئے کچھ اور صبر کرنا پڑتا ہے کسی اور وقت کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ جب مکمل طور پر وہ چھلکا اس زخم والی جگہ کو چھوڑ دیتا ہے تو ہلکا سا بھی ہاتھ لگنے سے وہ خود اکھڑ کر ایک طرف ہو جاتا ہے۔ پس انسان کا خوف کے نتیجہ میں خدا کی طرف بھاگنا اور چیز ہے لیکن خدا کی محبت کے پختہ ہونے کے نتیجے میں بعض چیزوں سے بے رغبت ہی ہوتے چلے جانا یہ تبتّل الی اللہ ہے اور

تبتّل الی اللہ غنیٰ کے بعد نصیب ہوا کرتا ہے

اس لئے میں نے غنیٰ کا مضمون پہلے رکھا۔ جب آپ غنیٰ اختیار کرتے ہیں تو غنیٰ کے متعلق میں نے بتایا تھا کہ غنیٰ حقیقی طور پر حاصل ہو ہی نہیں سکتی جب تک خدا تعالیٰ کے قرب کا احساس نہ ہو اور جب خدا کے قرب کا احساس ہو جاتا ہے تو جس چیز سے غنیٰ نصیب ہوتی ہے اس کے ساتھ تعلق واجبی سا رہ جاتا ہے اور یہ جو غنیٰ کا مضمون ہے جب تبتّل الی اللہ میں تبدیل ہو جاتا ہے تو پھر ایک مزید تعلق ان چیزوں سے پیدا ہو جاتا ہے جن سے انسان کا واسطہ ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم کی ذات کے سوا کہیں اور بعینہٖ مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم

---

[1] سورۃ السجدہ : آیت ۱۷

[2] سورۃ المزمل : آیت ۹

نے اس ارشاد ربانی کے تابع پہلے تبتّل اختیار کیا ہے تابع تو آپ کتھے تھا۔ یعنی آپ کو کامل طور پر نصیب تھی اور تبتّل کا جو حکم آیا ہے یہ تبتّل کے ابتدائی زمانے میں ہی عطا ہو چکا تھا دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنی ترقی کی منازل اتنی جلد طے کی ہیں کہ تاریخی نقطۂ نگاہ سے کسی جگہ انگلی نہیں رکھی جا سکتی کہ یہاں اس منزل پہ تھے اور وہاں اس منزل پر تھے لیکن مضمون کی اندرونی ترتیب کے لحاظ سے انگلی رکھی جا سکتی ہے کہ یہ ہوا، پھر یہ ہوا، پھر یہ ہوا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا خدا کی ذات سے عشق کے کمال کا نتیجہ تھا کہ آپ کو تمام مخلوقات سے تبتّل نصیب ہوا اور تبتّل کا مطلب یہ ہے کہ ظاہری تعلق موجود رہا لیکن دل خدا کی طرف مائل ہو چکا تھا جتنا زیادہ تبتّل ہو اتنا علیحدگی کی تکلیف کم ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ تمام انسان اپنے روزمرہ کے تجربے میں بعض جدائیوں کو برداشت نہیں کر سکتے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کا تبتّل الی اللہ نہیں ہوتا بعض مائیں اپنے بچوں کی موت کے صدمے سے مر جاتی ہیں اور واقعۃً ایسا ہوتا ہے۔ ابھی آج ہی کی ڈاک میں، میں نے ایک خط دیکھا جس میں یہ بتایا گیا کہ ایک احمدی ماں کا جوان بچہ حادثے میں فوت ہو گیا اس کے [illegible] دن بعد وہ اس صدمے سے چل بسی حالانکہ اور کوئی بیماری نہیں تھی۔

حقیقت میں تبتّل اس چیز کا نام ہے کہ باقی چیزوں سے تعلق موجود ہوتے ہوئے بھی وہ تعلق اتنا واجبی سا رہ جائے ان معنوں میں واجبی کہ اگر وہ الگ ہو جائے تو کوئی نقصان موجود نہ ہو۔ نقصان محسوس نہ ہو اور بات ہے کسی قسم کا نقصان نہ ہو۔ یہ وہ مضمون ہے جو زیادہ باریک ہے۔ اس لئے میں سمجھانے کے لئے اس پر تھوڑا سا وقت اور لگاؤں گا۔

ہر شخص کو اپنے پیارے کی جدائی کا غم محسوس ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جب اپنے بچے ابراہیم علیہ السلام کو قبر کی لحد میں اتار رہے تھے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اپنے پیاروں کی جدائی کا آپ غم محسوس کیا کرتے تھے۔ پس تبتّل الی اللہ سے یہ مراد نہیں ہے، جیسا کہ میں نے غنی کے مضمون میں سمجھایا کہ نقصان کا احساس نہ ہو۔ لیکن اپنے روحانی وجود کو وہ جدائی نقصان نہیں پہنچا سکتی چنانچہ نقصان کے نہ ہونے کا جو یہ سلسلہ ہے اس کو کوڑے والی مثال میں اگر آپ دیکھیں تو پھر زیادہ سمجھ آ جائے گی۔ جب زخمی کی جلد صحت مند جلد سے الگ ہوتی ہے تو ایک کمی تو آتی ہے اور کچھ دیر کے لئے اس کی اس جگہ جہاں سے وہ زخم کا چھلکا الگ ہوا ہے کچے پن کا احساس رہتا ہے۔ ایک کمی کا احساس موجود رہتا ہے لیکن حقیقت میں نقصان نہیں ہوتا پس اس لئے اس کو سمجھانے کی میں نے نقصان کے احساس اور نقصان میں فرق دکھانے کی کوشش کی ہے کہ جس جلد کے اوپر سے زخم کا چھلکا اتر رہا ہے وہ اس کی جدائی کو ضرور محسوس کرتا ہے لیکن فی الواقعہ اس کا نقصان کوئی نہیں۔ پس تبتّل جب کامل ہو تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرح کا تبتّل انسان کے روحانی وجود کو کسی جدائی پر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ ۔۔۔ الی اللہ ۔۔۔ ہے ایک طرف سے ایک چیز پہنچی ہے تو دوسری طرف کامل طور پر حاصل ہو گئی ہے اور خدا کی ذات پر کلیۃً انحصار ہو چکا ہے لیکن انسانی محسوسات کے مطابق انسان جدائیوں کو کچھ نہ کچھ محسوس ضرور کرتا ہے لیکن ان دونوں چیزوں میں بڑا فرق ہے ایک عام انسان کا اپنے نقصان کو محسوس کرنا اور ایک ایسے انسان کا محسوس کرنا جس کا تبتّل کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم ہو چکا ہے۔ ایسے لوگوں کی روحیں آسانی سے نکلتی ہیں اس مضمون کے متعلق یہ ایک غلط فہمی ہے جو میں آپ پر کھولنا چاہتا ہوں۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو خاموشی سے بغیر تکلیف کے مر جائے وہ گویا تبتّل کی نشانی ہے یہ درست نہیں ہے۔ تبتّل روحانی معنوں میں ہوا کرتا ہے اور بعض دفعہ خدا کے نیک بندے بھی ایسی جسمانی اذیت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ اس سے بے چینی محسوس کرتے ہیں۔ ان کو دنیا چھوڑنے کی بے چینی نہیں ہوا کرتی۔ دنیا چھوڑنے کے وقت جو جسمانی تکلیف ہو رہی ہوتی ہے اس کی بے چینی ہوتی ہے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو بھی آخری ایام میں بیماری کی جو بے قراری تھی وہ ایک بشری تقاضا تھا۔ بیماری کی وجہ سے آپ کا جسم تکلیف محسوس کرتا تھا اور

جتنا خدا سے تعلق بڑھتا ہے انسان زود حس ہوتا چلا جاتا ہے

تکلیف پر واویلا بے شک نہ کرے لیکن ہر نفیس طبیعت والے انسان کو زیادہ تکلیف محسوس ہوا کرتی ہے اس لئے یہ کہنا کہ جو شخص آرام سے جان دے دے وہ گویا ولی اللہ ہے اور جس کی جان مشکل سے نکلے وہ گویا نعوذ باللہ من ذالک خدا سے دور ہے۔ یہ بالکل غلط بات ہے۔ یہ وہ بات ہے جو حقیقت میں خدا کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ ایک انسان جب اپنے پیاروں سے جدا ہو رہا ہوتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں خدا کی طرف جا رہا ہوں اس وقت اس کی روح کے اندر ایک موازنہ ہو رہا ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو جب یہ اختیار دیا گیا تو آپ نے بار بار عرض کیا۔ فی الرفیق الاعلیٰ فی الرفیق الاعلیٰ[1] کہ اے میرے خدا میرا چین تو تیری ذات ہے میرا آسمانی رفیق یہ نہیں فرمایا کہ صرف تو ہی رفیق ہے اور بھی رفیق تھے یعنی دنیوی رفیق بھی تھے۔ ان کی اور خدا کی رفاقت کے درمیان جب یہ فاصلہ تھا کہ ان کو کلیتہً چھوڑنے کے بعد اب تمہیں ایک رفاقت عطا ہونی ہے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دل کی صدا تھی

فی الرفیق الاعلیٰ فی الرفیق الاعلیٰ

جب بھی مقابلہ ہو گا۔ جب بھی موازنہ ہو گا ادنیٰ رفیق کو چھوڑ دیا جائے گا اور

اعلیٰ رفیق کی طرف روح حرکت کریگی

چونکہ حرکت ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہے اس لئے اس موازنے کے وقت اس جدائی کی وہ تکلیف نہیں ہوتی مگر جن کا انحصار کلیتہً دنیا پر ہوتا ہے جن کی لذتیں دنیا کی ہوتی ہیں جن کے تعلقات کے مزے دنیا کے تعلقات کے مزے ہوتے ہیں اور ان کو خدا کے تعلق کا مزہ اس دنیا میں نصیب نہیں ہوتا۔ ان کی موت خواہ جسمانی لحاظ سے آرام سے بھی آئے بڑی مشکل موت ہوا کرتی ہے کیونکہ وہ حسرت کے ساتھ ہر چیز کو دیکھ رہے ہوتے ہیں یہ بھی میرے ہاتھ سے گیا۔ اچھا مکان بنایا تھا اس میں رہنا نصیب نہیں ہوا۔ اچھے کپڑے بنائے تھے پہننے نصیب نہیں ہوئے۔ اولاد خدا نے دی تھی ان کی شادیاں، ان کی خوشیاں دیکھنی نصیب نہیں ہوئیں ہزار قسم کی بے نصیبیاں اس وقت اس کے سامنے ہولے بن کر اٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ ہر طرف اس کو نامرادی اور ایک نقصان اور زیاں کا احساس ہوتا ہے جس طرح غول بیابانی کسی چیز کو گھیر لیں اس طرح اس کے چاروں طرف دنیا کے یہ بھوت اٹھ کھڑے ہوتے ہیں یہ وہ تکلیف دہ موت ہے جو جسمانی طور پر تکلیف دہ نہ بھی ہو روح کے لئے بڑی اذیتناک ہوا کرتی ہے پس تبتّل الی اللہ اس وقت اختیار کرنا چاہئے جب ابھی جدائیوں کے وقت نہ آئیں۔ جدائیوں سے پہلے تبتّل اختیار کر لیا جائے تو انسان ہر نامرادی سے بچ جاتا ہے اور اس کی ہر مراد پوری ہو جاتی ہے مگر تبتّل الی اللہ ۔۔۔ میں ابتداء میں انسان کو از خود کچھ نہ کچھ مجردی اختیار کرنی پڑتی ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ بغیر مجردی اختیار کئے انسان کو مکمل طور پر تبتّل حاصل ہو جائے۔ چنانچہ سب سے اول انسانی تعلقات میں سے ہر تعلق پر نظر رکھنی ہو گی کہ اس تعلق کی جڑیں میری ذات میں پیوستہ ہیں یا یہ تعلق ایک سطحی تعلق ہے جس کے الگ ہونے کے نتیجے میں میری ذات کو نقصان نہیں جب جڑیں کسی چیز میں پیوستہ ہوں تو اس پودے کو اس درخت سے اکھاڑ کر

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلعم ووفاتہ

ا؎ صحیح البخاری کتاب [illegible] باب ... قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ... وفاتہ ...

آپ دیکھیں جس ذات میں جتنی پیوستہ ہوتی ہیں، اس جگہ کی مٹی اس کے ساتھ نکلتی ہے مراد یہ ہے سارا وہ چھلکا آجاتا ہے یعنی جو چیز تبتل اختیار کر چکی ہو، وہ بڑے آرام سے نئی سمت میں انتقال اختیار کر لیتی ہے اور کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ روزمرہ کی زندگی میں انسان کو صبح و شام ایسے تجربے ہوتے ہیں ان تجربوں کی روشنی میں انسان کو اپنی روحانی زندگی کا مسلسل جائزہ لینا چاہئیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جو تبتل اختیار فرمایا اس کا مطلب یہ تھا کہ تمام دنیا سے تعلقات کو رکھتے ہوئے بھی آپ ان سے الگ ہو گئے اور

یہ تبتل انتہائی تنہائی کا مقام ہے

ایک شاعر نے کہا ہے ؎

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

لیکن تبتل کا مضمون اس مضمون کی انتہائی شکل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے خدا کے لئے اپنے تعلقات کو اس طرح الگ کرنا شروع کیا کہ سب کچھ پاس ہوتے ہوئے بھی آپ تنہا رہ گئے۔ یعنی اگر خدا کی ذات نہ ہو تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ایک انسان تھے جو تمام کائنات میں تنہا تھے سوائے خدا کے تعلق کے کوئی اور تعلق آپ کے کام کا نہیں تھا یہ وہ تبتل کا مقام ہے جس کے بعد خدا سارا انسان کا ہو جاتا ہے اور یہ تبتل جس جس حصے میں نصیب ہوتا چلا جاتا ہے اتنا اتنا خدا اس کو ملتا چلا جاتا ہے پس ہمیں اپنے تعلقات سے جدائیاں اختیار کرنی پڑیں گی

تب اس کے مقابل پر خدا کا وصل نصیب ہوگا

اور یہ جدائیاں اس وقت اختیار ہونی چاہئیں جب ہمارے اختیار میں ہے

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

دوسرا پاس نہ ہونا تو اتفاق کی بات ہے دنیا میں وہ ہر روز چلتا پھرتا تھا اس کو کبھی جلوت نصیب ہوتی تھی کبھی خلوت بھی ہوتی تھی لیکن دنیا میں انسان کا اکثر حصہ جلوتوں میں ہی گزرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے قسمت سے اس بیچارے کو وہ خلوت ملتی تھی جس میں وہ اپنے محبوب کو یاد کرتا تھا۔ گویا وہ اس کے پاس آ گیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو ساری جلوتیں نصیب ہوتے ہوئے بھی ایک خلوت نصیب ہوتی تھی بیوی سے تعلقات کے وقت بھی وہ خلوت نصیب تھی چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جو یہ نصیحت فرمائی ہے یہ اس صاحب عرفان کے بغیر جو اس تجربے سے گزرا ہو نہ کسی کے ذہن میں پیدا ہی نہیں ہو سکتی آپ نے فرمایا کہ انسان اپنی بیوی کے منہ میں اس خیال سے لقمہ ڈالتا ہے کہ میرا اللہ راضی ہو گا

اس کا حکم ہے کہ اپنی بیویوں سے نرمی کا سلوک کرو

اس کا یہ لقمہ ڈالنا بھی عبادت بن جاتا ہے۔ یہ ہے خلوت کے اندر جلوت یا جلوت کے اندر خلوت یعنی بظاہر ایک انسان سے تعلق ہے لیکن اس کی گہرائی کے اندر دراصل خدا کا تعلق کام کر رہا ہے۔

پس تمام کائنات میں جب آپ تنہا رہ گئے ہیں اور ہر دوسری چیز سے آپ نے کامل طور پر تعلق توڑ لیا ہے اس وقت کامل طور پر خدا آپ کا ہوا ہے اور یہ تعلق توڑنا اور تعلق جوڑنا ایسا مضمون نہیں ہے جو کسی وقت کے لحاظ سے ایک لمحے میں پیدا ہوا ہو جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا یہ مسلسل ایک سفر کی حالت کا نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ساری زندگی بعض تعلقات توڑنے اور بعض تعلقات قائم کرنے میں گزری ہے اس کے بعد جب آپ کو یہ خلوت نصیب ہو جاتی ہے تو خدا کی عجیب شان ہے کہ وہ ان تعلقات کو دوبارہ عطا کرتا ہے اور آپ کو دنیا کے لحاظ سے بھی تنہا نہیں رہنے دیتا چنانچہ

دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى[1]

میں یہی مضمون بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اپنے روحانی سفر میں ایسا دنو اختیار فرما گئے۔ خدا کے اتنا قریب ہو گئے کہ تمام دیگر غیر اللہ مخلوق سے آپ کا تعلق ٹوٹ گیا فتدلیٰ پھر اس کے بعد خدا کی محبت کے نتیجے میں خدا کی مخلوق کی طرف ایک نیا رجحان پیدا ہوا۔ ایک نیا تعلق پیدا ہوا اور وہ تعلق خدا کے واسطے سے تھا اس لئے وہ عبادت تھا پس خدا تعالیٰ آپ کو تنہا رکھنے میں خوش نہیں ہے خدا تعالیٰ آپ کی جھوٹی جلوتوں کو توڑتا ہے اور تنہا کر دینا چاہتا ہے خدا کی خاطر آپ کو ویرانے اختیار کرنے پڑتے ہیں اور پھر خدا ان ویرانوں کو دوبارہ بساتا ہے نئی جنتیں آپ کو عطا کرتا ہے

نئی بہاریں اور نئے جلوے آپ کو بخشتا ہے

وہ کائنات ہے جو زندہ رہنے کے لائق ہے جو اس لائق ہے کہ آپ اُسے سب کچھ چھوڑ کر بھی اختیار کریں اور اس نئی کائنات کے حصول کی کوشش کرنا حقیقی اسلام ہے اور یہی وہ فرار الی اللہ ہے جس کی یہ آخری منزل ہے۔

پس جماعت احمدیہ جب تک اس سفر کو اس طرح قدم بقدم اختیار کرنا نہیں سیکھے گی، جس طرح میں نے سمجھایا ہے ایک فرضی چھلانگ میں آپ یہ سارے مراحل طے نہیں کر سکتے اتنا بڑا کام ہے اتنا وسیع ہے اتنا باریک بینی کا کام ہے کہ فرار کی پہلی منزلیں ہی آپ اختیار کرنے کی کوشش شروع کریں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ کتنا مشکل کام ہے۔ گناہوں کا عرفان بڑھانا خطروں کو پہچاننا ان سے خوف محسوس کرنا ان سے دلوں میں نفرت پیدا کرنا اور خدا کی طرف دوڑنے کی کوشش کرنا کوئی شخص اگر ساری زندگی میں اس جھگڑے کو نپٹا جائے تو میں کہوں گا کہ خدا کی قسم! وہ بھی کامیاب ہو گیا لیکن ان جھگڑوں کو نپٹا کر پھر غنی کے مضمون میں داخل ہونا اور پھر غنی کے بعد تبتل کے مقام کو سمجھنا اور پھر تبتل کی کوشش کرنا یہ تو بہت ہی وسیع مضمون ہے اور جب تک خدا کا فضل شامل نہ ہو انسان کو نصیب نہیں ہو سکتا دعا کی مدد کے بغیر ممکن ہی نہیں پس قرآن کریم نے جو فرمایا کہ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ[1] - اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ اپنے بستروں اور آرام گاہوں سے الگ ہوتے ہیں لیکن جانتے ہیں کہ ہم اپنی کوشش سے اپنے خدا کو نہ خوف کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں، نہ طمع کے ذریعہ سے حاصل کر سکتے ہیں ہاں یہ دعا کے ذریعہ ہم ضرور ان تمام مراحل کو طے کر سکیں گے پس یہ سارا سفر دعا کے ذریعے ہوتا مسلسل دعا ہر قدم پر دعا ہر اگلی منزل کے لئے دعا ہر پچھلی منزل سے دور ہونے کے لئے دعا اس سے کامل ایک قطع تعلقی کے لئے دعا۔ نیز دعا کہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ[2] جتنی بھی قرآن کریم میں دعائیں آپ پائیں گے ان میں یہی مضمون بیان ہوگا کہ فرار کے لئے غنا کے لئے تبتل کیلئے، خدا کو کامل طور پر پالینے کیلئے *ہر قربانی کے لئے تیار رہنے بلکہ ہر قربانی پیش کرنے کیلئے ہر ہر قدم پر آپ کو دعا کی ضرورت ہوگی۔ خدا کرے کہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد اس سفر کو قرآنی تعلیم کے مطابق اختیار کرے اور ہم اپنے لئے بھی دعا کریں اور اپنے بھائیوں کے لئے بھی دعا کریں۔ اپنے سے طاقتوروں کے لئے بھی دعا کریں اور اپنے کمزوروں کے لئے بھی دعا کریں کہ خدا جماعتی لحاظ سے ہمیں یہ عظیم الشان سفر اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس سفر کے تمام مراحل کو ہمارے لئے آسان فرمائے ورنہ اس کی مدد کے بغیر ہم ایک قدم بھی اس کی راہ میں آگے نہیں بڑھا سکتے

٭

---

[1] سورۃ السجدہ : آیت ۱۷ [3] سورہ النجم آیت نمبر ۹ و ۱۰
[2] ر آل عمران : آیت ۹

فرزندانِ احمدیت کی عظمت کو سلام

از مکرم رشید احمد صاحب چوہدری پریس سیکرٹری لندن

آج سے پورے ایک سو سال پہلے ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو مشرقی پنجاب ہندوستان کی ایک گمنام بستی قادیان سے ایک آواز بلند ہوئی۔ اور ایک عالمگیر سلسلہ کی بنیاد رکھی گئی۔ جسے آج دُنیا جماعت احمدیہ کے نام سے جانتی ہے۔ یہ آواز لمحہ بہ لمحہ بلند ہوتی گئی اور پھیلتی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی تائیدات سے اس سلسلہ کو نوازا اور ترقی پر ترقی دیتا چلا گیا۔ کثرت سے فضلوں کی بارش اسی پر ہوئی اور ہر جہت سے اس کو ترقیات نصیب ہوئیں۔ اور آج یہ سلسلہ دُنیا کے ۱۲۰ ممالک میں مستحکم ہو چکا ہے۔

آج جماعت احمدیہ کا ہر چھوٹا بڑا خدا تعالیٰ کے ان گنت فضلوں اور احسانات کو یاد کرتے ہوئے دوسری صدی کے اس پہلے سال میں قدم رکھ رہا ہے۔ اور جماعت احمدیہ یہ سال دُنیا بھر میں سال تشکر کے طور پر منا رہی ہے۔

چونکہ جماعت احمدیہ اذنِ الٰہی سے قائم ہوئی ہے اس لئے ضروری تھا کہ خدا تعالیٰ کی سنتِ قدیم کے مطابق دیگر الٰہی جماعتوں کی طرح اس کو بھی مخالفت کی بھٹی میں سے گذرنا پڑتا اور مخالفت کی تند آندھیاں آتیں تا کہ مومنوں کے پائے استقلال کو دیکھ کر خدا تعالیٰ اپنے پیار کے جلوے دکھاتا۔

بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

"ہر ایک سچا سلسلہ جو دُنیا میں قائم ہوا ضرور دُنیا نے اس سے دشمنی کی ہے سو چونکہ تم سچائی کے وارث ہو ضرور ہے کہ تم سے بھی دشمنی کریں۔ سو خبردار رہو۔ نفسانیت تم پر غالب نہ آوے۔ ہر ایک سختی کو برداشت کرو۔ ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو۔ تا آسمان پر تمہارے لئے اجر لکھا جائے۔"
(تبلیغِ دعوت صفحہ ۳ تا ۵)

"تم خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے۔ اور آسمانی سکینت تم پر اُترے گی اور روح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے۔ اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہو گا اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سنو اور چپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو۔ اور حتی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو۔ تا آسمان پر تمہاری مقبولیت لکھی جاوے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل اُن کے خدا کے خوف سے پگھل جاتے ہیں انہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے اور وہ ان کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ دُنیا صادق کو نہیں دیکھتی پر خدا جو علیم و خبیر ہے وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے پس اپنے ہاتھ سے اس کو بچاتا ہے۔"
(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۶ طبع اوّل)

اور رسالہ الوصیت میں جماعت احمدیہ کو دنیاوی آلام و مصائب سے متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دُنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے۔"
(الوصیت صفحہ ۱۰)

جماعت احمدیہ کی ۱۰۰ سالہ تاریخ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان مقدس کلمات کی سچائی پر گواہ ہے۔ اس عرصہ میں جماعت احمدیہ کے خلاف کثرت کے ساتھ جھوٹ کی اشاعت کی گئی۔ ہنسی اور ٹھٹھا کیا گیا۔ گالیوں اور بدزبانی اور تکفیر و افتراء پردازی کا بازار گرم کیا گیا۔ ہر نوع کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے منصوبے بنائے گئے اور جماعت احمدیہ کے استیصال اور تباہی کے لئے ہر قسم کے مکر اور تدبیریں بروئے کار لائی گئیں۔ مصائب کے زلزلے آئے، حوادث کی آندھیاں چلیں اور بعض اور نفرت کی آگیں جلائی گئیں لیکن صدق اور ایمان پر قائم رہنے والوں پر فرشتوں نے تعلیم دی آسمانی سکینت ان پر اُتری اور روح القدس سے وہ مدد دیئے گئے خدا تعالیٰ ہر قدم پر ان کے ساتھ رہا۔ انہوں نے گالیاں سنیں اور دعائیں دیں۔ ماریں کھائیں اور صبر کیا اور صبر سے خدا تعالیٰ کے فضل کے منتظر رہے۔ وہ ہر آن وقت میں اس بات پر خوش رہے کہ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ یقین محکم سے وہ پُر رہے کہ خدا تعالیٰ ان کو ضائع نہیں کرے گا۔

انہوں نے نہ صرف یہ کہ مصائب و آلام کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں ہمت اور طاقت، اور صبر و استقامت کے عظیم الشان نمونے قائم کیئے بلکہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اس ارشاد مبارک کو ہمیشہ عملی صورت میں ڈھالا کہ

"تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔"
(کشتی نوح)

آج ہم سب اس بات پر شاہد ہیں کہ موجودہ دور میں بھی جو احمدیہ کو نیست و نابود کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ جماعت کو دُنیا سے ملیا میٹ کرنے کے بلند بانگ دعوے کئے گئے۔ اس الٰہی جماعت کو وقت کے فرعون نے کینسر سے تشبیہ دیتے ہوئے اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا اعلان کیا۔ کلمہ کی محبت کی خاطر ہزاروں احمدی جیل میں گئے۔ بازاروں میں انہیں گالیاں دی گئیں۔ مگر انہوں نے سب کچھ خدا تعالیٰ کی خاطر خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ جماعت احمدیہ کے

حکمت عملی نے بڑے صبر و تحمل سے چلتے رہنا اور روحانی پیشوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہدایات پر عمل کرتے ہوئے خلیفہ وقت کی قیادت میں ہر قسم کی قربانیاں دلی شوق اور بشاشت کے ساتھ پیش کیں اور اپنی اپنی توفیق کے مطابق خدا تعالیٰ کی توحید کو زمین میں پھیلانے کی خاطر نیز مخلوق خدا کی ہمدردی کے لئے کوشاں رہتے۔

چنانچہ جماعت احمدیہ کی ۱۰۰ سالہ تاریخ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے لاکھوں احمدیوں کی جانی، مالی، قلبی، جذباتی، لسانی و جسمانی قربانیوں سے رنگین نظر آتی ہے۔ سینکڑوں ایسے تھے جن کو ان کے گھروں سے نکالا گیا۔ ہزاروں کو ان کے اموال و جائیداد سے محروم کر دیا گیا ان کے گھر لوٹے گئے ان کے اثاثے کو جلایا گیا۔ انہیں طرح طرح کی بدنی اذیتیں دی گئیں۔ زنجیروں میں جکڑا گیا۔ درختوں سے الٹا لٹکایا گیا۔ کڑکتی دھوپ میں زہریلی چیونٹیوں کے بل پر بٹھایا گیا۔ نہایت بے دردی سے مارا پیٹا گیا۔ انتہائی اشتعال انگیز نعروں کے ساتھ جلوس میں پھرایا گیا۔ لیکن یہ سب مخالفتیں یہ سب معاندانہ کارروائیاں اشاعت اسلام و غلبہ اسلام کی پیش قدمی سے جماعت کے قدم روک نہ سکیں۔ چنانچہ آج سے ۱۰۰ سال پہلے مٹھی بھر جانثاروں نے جس عہد کو خلوص دل کے ساتھ کیا تھا آج دنیا بھر کے ۱۲۰ ممالک میں وہ جماعت پوری طرح مستحکم ہو چکی ہے اور اس کے ممبران کی تعداد ایک کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے۔ اس کے بالمقابل دشمنان احمدیت جو کئی زمانوں میں بڑے بڑے اژدہا بن کر جماعت کو نگلنے کے لئے اُٹھے اور بڑے بڑے ...... اپنی قوت کے بل بوتے پر ضعیفوں اور کمزوروں کی جماعت پر پل پڑے خود ہی قہر الٰہی کا نشانہ بن گئے۔ اور ناکامی و نامرادی ان کا مقدر بنتی رہی۔ اور ہاں وہ فرعون وقت جس نے غرور میں کہا تھا کہ میں جماعت احمدیہ کو کشکول ہاتھ میں پکڑا دوں گا

ناکام ہو گیا تھا ایک ہیبتناک قہر الٰہی کا نشانہ بنتے ہوئے اس طرح دنیا سے رخصت ہوا کہ اس کے پرخچے اُڑ گئے اور نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

آج جبکہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد صد سالہ جشن تشکر منا رہا ہے دنیا کے مختلف خطوں اور مختلف ادوار میں جماعت احمدیہ کے ان بھائیوں کی خدا تعالیٰ کی خاطر قربانیوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ان مختلف قسم کے مصائب و شدائد کو صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کرنے والے ہزارہا احمدیوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ان سب کا شمار اور تذکرہ یہاں پیش کرنا اس وقت ممکن نہیں۔ آئندہ کا مورخ زرین حروف میں ان قربانیوں کا تذکرہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ رکھے گا۔ ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جو نہایت خاموشی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی خاطر قربانیاں دیتے ہوئے اس جہان سے رخصت ہو گئے اور بعض ایسے بھی ہیں جو ابھی تک اس دنیا میں موجود ہیں اور خوش ہیں کہ ان کی قربانیاں رنگ لائیں۔ خدا تعالیٰ کے فضلوں کو گن گن کر خدا تعالیٰ کے حضور شکر سے سربسجود ہیں۔ ہم ان سب کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔ ان شہیدان احمدیت کو جنہوں نے اپنے خون سے شجر احمدیت کی آبیاری کی۔ ان اسیران راہ مولا کو جنہوں نے کلمہ طیبہ کی حفاظت کی خاطر پہنائی جانے والی زنجیروں اور قید و بند کی صعوبتوں کو محض للہ نہایت بشاشت کے ساتھ برداشت کیا۔ ان سب کو جنہوں نے دنیا کے کسی بھی خطہ میں وقت کے کسی بھی دور میں کسی بھی رنگ میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی علمبردار جماعت جماعت احمدیہ کے لئے جان، مال، عزت اور وقت کی قربانیاں دیں۔ اے عالم الغیب والشہادۃ خدا! ہم ان تمام قربانیاں کرنے والوں کا علم نہیں رکھتے

لیکن تو سب لوگوں کے دلوں کے حال سے واقف ہے۔ تجھ سے کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ قربانی بھی مخفی نہیں تو محض اپنے فضل و احسان سے ان پر اور ان کی نسلوں پر اس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی بے شمار برکتوں اور رحمتوں کی بارش نازل فرما۔ تیرے محبوب رسول حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مومن کو معمولی سی تکلیف بھی نہیں پہنچتی مگر خدا تعالیٰ اس کے عوض اس کی خطاؤں کو دور فرما دیتا ہے اور اس کے درجات کو بلند فرماتا ہے پس تو اپنے اس وعدہ کے مطابق ان تمام فرزندان احمدیت کو ان کی قربانیوں کے عوض احسن بدلہ عطا فرما۔

اے دشمنان احمدیت تاریخ کے اوراق سے سبق حاصل کرو اور خدا تعالیٰ کی جماعت احمدیہ کے حق میں ان تائیدات اور نشانوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ دیکھو خدا تعالیٰ کے فرستادہ نے دشمنان حق کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

”خدا تعالیٰ اپنی تائیدات اور اپنے نشانوں کو ابھی ختم نہیں کر چکا اور اسی کی ذات کی مجھے قسم ہے کہ وہ بس نہیں کرے گا جب تک میری سچائی دنیا پر ظاہر نہ کر دے۔ پس اے تمام لوگو! جو میری آواز سنتے ہو خدا کا خوف کرو اور حد سے مت بڑھو۔ اگر یہ منصوبہ انسان کا ہوتا تو خدا مجھے ہلاک کر دیتا اور اس تمام کاروبار کا نام و نشان نہ رہتا۔ مگر تم نے دیکھا ہے کہ کیسی خدا تعالیٰ کی نصرت میرے شامل حال ہو رہی ہے اور اس قدر نشان نازل ہوئے جو شمار سے خارج ہیں۔ دیکھو کس قدر دشمن ہیں جو میرے ساتھ مباہلہ کر کے ہلاک ہو گئے۔ اے بندگان خدا! کچھ تو سوچو کیا خدا تعالیٰ جھوٹوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے۔“

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱)

آخر میں خدا تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فضلوں کے سایہ تلے غیر معمولی زمینی و آسمانی تائیدات و عظیم الشان قدرت اور رحمت کے نشانات سے نوازتا رہے اور فرماتے ہوئے اگلی صدی میں داخل فرمائے اور تیز قدموں کے ساتھ شاہراہ غلبہ اسلام پر آگے ہی آگے بڑھتے جانے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ دن جلد لائے کہ جب ساری دنیا میں خدا تعالیٰ کی سچی توحید قائم ہو جائے اور اس کے عظیم المرتبہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے گوشے گوشے میں بلند ہو۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٭

اعتذار

(۱) :- صد سالہ احمدیہ جشن تشکر اور ادارہ رمضان المبارک کی مصروفیات کی وجہ سے ”بدر“ کی ۲۰ و ۲۷ شہادت (اپریل) دو اشاعتوں کو ایک ساتھ طبع کروانا پڑا۔

(۲) :- ”بدر“ کے صد سالہ جشن تشکر نمبر کے صفحہ ۴۳ پر سہواً مضمون نگار اور جگہ کا نام غلط طبع ہو گیا ہے۔ تصحیح درج ذیل ہے۔

”مکرم عبد السلام صاحب ناک صدر جماعت احمدیہ سری نگر“

احباب کرام اس کے مطابق تصحیح فرمالیں۔ معذرت خواہ ہوں۔ (ایڈیٹر)

دوسری اور آخری قسط

جماعت احمدیہ کی تدریجی صد سالہ ترقی

از قلم محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت

حضرت سیدنا مصلح موعودؓ نے یہ پُرشوکت اعلان خالصتہً الٰہی وعدوں اور آسمانی بشارتوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے فرمایا ورنہ اس وقت صدر انجمن احمدیہ قادیان کا خزانہ خالی تھا اور صرف چند آنوں کے پیسے باقی تھے اور خود انجمن کے بعض عمائدین آپ کے خلاف صف آراء تھے اور آپ کو ناکام کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اور بظاہر یہی دکھلائی دیتا تھا کہ سارا انظام درہم برہم ہو جائے گا۔ مگر سچے وعدوں والے خدا نے اپنے فضلوں کے ایسے دروازے کھول دیئے کہ دیکھتے ہی دیکھتے دنیا بھر میں اسلامی مشنوں کا گویا جال بچھ گیا اور اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ اور اشہد ان محمد رسول اللّٰہ کے سرمدی نعروں سے مشرق و مغرب کی فضائیں گونجنے لگیں۔

چنانچہ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۹ء تک جن ممالک میں تبلیغی مشن قائم ہوئے ان کے نام یہ ہیں:۔

انگلستان (اپریل ۱۹۱۴ء) ماریشس (جون ۱۹۱۵ء) امریکہ (فروری ۱۹۲۰ء) گولڈ کوسٹ۔ نائیجیریا (فروری ۱۹۲۱ء) مصر (مارچ ۱۹۲۲ء) جرمنی (آخر ۱۹۲۲ء) ایران (اکتوبر ۱۹۲۴ء) شام فلسطین (جولائی ۱۹۲۵ء) سماٹرا و جاوا (ستمبر ۱۹۲۵ء) مشرقی افریقہ (نومبر ۱۹۳۴ء) سنگاپور۔ چین۔ جاپان (مئی۔ جون ۱۹۳۵ء) ہنگری۔ جنوبی امریکہ۔ اٹلی۔ سپین۔ البانیہ (فروری تا مئی ۱۹۳۶ء)۔

تیسرا دَور (جنوری ۱۹۴۴ء تا ۸ نومبر ۱۹۶۵ء)

یہ دَور خونچکاں واقعات سے رنگین اور نہایت درجہ پُرآشوب دَور تھا۔

مثلاً برصغیر میں وسیع پیمانہ پر فسادات۔ حضرت مصلح موعودؓ اور لاکھوں احمدیوں کی مشرقی پنجاب سے ہجرت۔ ۱۹۵۳ء کی خونریز ایجی ٹیشن۔ حضرت مصلح موعودؓ پر ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق قاتلانہ حملہ۔ مگر خدائی قدرتوں کی تجلیات ملاحظہ ہوں کہ اسی دَور میں ربوہ کا فعال اور عالمی مرکز قائم ہوا جس کو دیکھ کر ایک عالم حیرت زدہ ہے۔ علاوہ ازیں سلطان القلم کے شاگردوں اور حضرت مصلح موعودؓ کے خادموں نے مندرجہ ذیل ممالک میں مشن قائم کر کے دین مصطفیٰ کے جھنڈے گاڑ دیئے۔

سپین (احیاء مشن مئی ۱۹۴۶ء) ہالینڈ (جولائی ۱۹۴۶ء) عدن (اگست ۱۹۴۶ء) سوئٹزرلینڈ (اکتوبر ۱۹۴۶ء) بورنیو (جون ۱۹۴۷ء) جرمنی (احیاء مشن جنوری ۱۹۴۹ء) مسقط (فروری ۱۹۴۹ء) لائبیریا (جنوری ۱۹۵۶ء) سکنڈے نیویا (جون ۱۹۵۶ء) فجی (اکتوبر ۱۹۶۰ء) آئیوری کوسٹ (جولائی ۱۹۶۱ء)۔

چوتھا دَور (۹ نومبر ۱۹۶۵ء تا فروری ۱۹۸۹ء)

یہ دَور بھی ایک مہتم بالشان اور موعود دَور ہے جو ترقیات و فتوحات سے معمور ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو ایک رؤیا میں یہ خبر دی گئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح آپ کو بھی دو قائم مقام عطا کئے جائیں گے چنانچہ آج سے ستر برس قبل حضور نے ۱۶ مارچ ۱۹۱۹ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے یہ مبشر رؤیا بیان فرمائی کہ

"میں نے دیکھا کہ میں بیت الدعا میں بیٹھا تشہد کی حالت میں دعا کر رہا ہوں کہ الٰہی میرا انجام ایسا ہو جیسا کہ حضرت ابراہیم کا ہوا پھر جوش میں آکر کھڑا ہو گیا ہوں اور یہی دعا کر رہا ہوں کہ دروازہ کھلا ہے اور میر محمد اسمٰعیل صاحب اس میں کھڑے روشنی کر رہے ہیں اسمٰعیل کے معنی ہیں خدا نے سن لی اور ابراہیمی انجام سے مراد حضرت ابراہیم کا انجام ہے کہ ان کے فوت ہونے پر خدا تعالیٰ نے حضرت اسحاقؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ دو قائمقام کھڑے کر دیئے یہ ایک طرح کی بشارت ہے جس سے آپ لوگوں کو خوش ہو جانا چاہئیے۔"

(عرفان الٰہی صفحہ ۹۷ مطبوعہ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء قادیان)

اس بشارت کے مطابق پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی مبارک قیادت میں اور پھر ۱۰ جون ۱۹۸۲ء سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ولولہ انگیز عہد خلافت میں سلسلہ احمدیہ کو علمی، دینی، روحانی انتظامی اور تبلیغی غرض کہ ہر اعتبار سے ایسا عروج نصیب ہوا ہے جو اپنی نظیر آپ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ۲۸ دسمبر ۱۹۷۳ء کو صد سالہ جوبلی منصوبہ کا اعلان فرمایا تھا جس کی شاندار عملی تشکیل و تکمیل خلافت رابعہ میں پوری شان و شوکت سے ہو رہی ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو ۱۸۶۸ء میں الہاماً بتایا گیا "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۲۰۔ ۵۲۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ مطبوعہ ۱۸۸۴ء

مطبع ریاض ہند امرتسر)

یہ آسمانی خبر جماعت احمدیہ کے قیام سے بھی اکیس سال قبل دی گئی جب کہ حضرت اقدس کو اپنے گاؤں میں بھی بہت کم لوگ جانتے تھے۔ اس وعدہ ربانی پر معاندین احمدیت نے خوب مذاق اڑایا مگر اس کا پہلا حیرت انگیز ظہور خلافت ثالثہ کے آغاز میں ہوا جب کہ الحاج سر ایف ایم سنگھاٹے پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ گیمبیا ملک کے ایکٹنگ گورنر جنرل کے عہدہ پر فائز ہوئے اور ان کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے انہیں بذریعہ ڈاک حضرت مسیح موعودؑ کا مقدس تبرک عطا فرمایا۔

فروری ۱۹۶۸ء میں کینیڈا میں جماعت احمدیہ کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا ۲۴ مئی ۱۹۷۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے افریقی ممالک (ارض بلال) کی تعلیمی اور طبی خدمات کے لئے نصرت جہاں سکیم کی بنیاد رکھی۔ جس کے تحت چند سال کے اندر اندر مغربی افریقہ میں متعدد سکول اور کئی میڈیکل سنٹر جاری ہو گئے۔ دنیائے اسلام میں اپنی نوعیت کا یہ واحد اور مثالی ادارہ ہے جو اہل افریقہ کی شاندار خدمات بجا لا رہا ہے۔

۲۷ جولائی ۱۹۷۳ء کو حضور نے تراجم قرآن کے ایک پنجسالہ منصوبہ کا اعلان فرمایا جس کے مطابق قرآن مجید کے تراجم دس لاکھ کی تعداد میں اشاعت پذیر ہوئے۔

۹ مارچ ۱۹۷۹ء کو قرطبہ میں نئے اسلامی مشن کا قیام ہوا۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۹ء کو عالمی شہرت یافتہ سائنسدان ڈاکٹر عبد السلام صاحب کو نوبل پرائز ملا۔

انگلستان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ۳۰ ستمبر ۱۹۸۰ء کو مانچسٹر اور ہڈرزفیلڈ کے مشنوں کا اور ۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو بریڈ فورڈ مشن کا افتتاح فرمایا۔ اور اس کے چند روز بعد ۹ اکتوبر کو سپین میں تعمیر ہونے والی مسجد بشارت (پیڈرو آباد) کا

اپنے دستِ مبارک سے سنگِ بنیاد رکھا۔ سپین کی تاریخ میں یہ پہلی مسجد ہے جو سقوطِ سپین کے ۷۴۰ سال کے طویل عرصہ کے بعد تعمیر ہوئی اور اس کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے دستِ مبارک سے ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کو عمل میں آیا۔

۷ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو انگلستان میں حضور نے گرانیڈن مشن کا افتتاح کیا۔ اس سال ۸ ممالک میں نئے مشن قائم ہوئے اور "نصرت جہاں" کا بجٹ ساڑھے چار کروڑ سے متجاوز ہو گیا۔

۳۰ ستمبر ۱۹۸۳ء کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آسٹریلیا کی پہلی مسجد۔ المسجد بیت الہدیٰ کا سنگِ بنیاد رکھا۔

دسمبر ۱۹۸۳ء کے سالانہ جلسہ ربوہ پر فدائیوں اور طیورِ ابراہیمی کی تعداد پونے تین لاکھ تک پہنچ گئی اور اس میں ۱۸ ممالک کے ۸۷ مندوبین نے شرکت فرمائی۔ اس سال غرناطہ، وینکوور (کینیڈا) میں نئے مشن قائم ہوئے اور ۲۷ نئی جماعتیں معرضِ وجود میں آئیں اور دنیا کے ۳۸ ممالک میں احمدی مشنوں کی تعداد ۲۰۴ تک پہنچ گئی۔ ضیاء حکومت کے رسوائے عالم مخالفِ احمدیت آرڈیننس کے نفاذ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہجرت انگلستان (۲۹، ۳۰ اپریل ۱۹۸۴ء) کے بعد احمدیت کا ایک نیا انقلاب آفریں دور شروع ہوا۔ چنانچہ حضور نے یہاں بدلے ہوئے اور نئے تقاضوں کے پیشِ نظر صد سالہ جوبلی کی عالمی تیاری کے لئے جدید نظامِ عمل قائم فرمایا۔ ٹلفورڈ میں "اسلام آباد" کے نام سے ایک عظیم الشان مرکز کی بنیاد رکھی جس کا باقاعدہ افتتاح ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو ہوا۔

(۳) جدید اور مثالی مرکز میں ۵، ۶، ۷ اپریل ۱۹۸۵ء کو پہلا سالانہ جلسہ انگلستان ہوا جس میں کم و بیش ۴۸ ممالک کے ہزارہا عشاقِ احمدیت نے شرکت کی۔ اس سال ستمبر ۱۹۸۵ء میں برازیل کے نئے مشن کا قیام ہوا۔

اگلے سال ۱۷ اپریل ۱۹۸۷ء کو اسلام آباد میں کمپیوٹرائزڈ پریس کا افتتاح ہوا جس سے مختلف عالمی زبانوں میں اشاعتِ لٹریچر کا کام نہایت برق رفتاری سے شروع ہو گیا۔ دوسری طرف دنیا کے مختلف ممالک میں احمدیت کا اثر و نفوذ بھی تیزی کے ساتھ بڑھنے لگا۔ چنانچہ اپریل ۱۹۸۶ء تا مارچ ۱۹۸۷ء کے صرف ایک سال کے مختصر عرصہ میں پاکستان کے علاوہ ۲۵۸ نئی جماعتوں کا قیام ہوا اور اگست ۱۹۸۷ء تک احمدیت ۱۱۴ ممالک میں داخل ہو گئی۔ اس سال جلسہ سالانہ انگلستان کی مقدس تقریب پر ایک بار پھر بادشاہوں کے برکت اٹھانے سے متعلق حیرت انگیز نشان کا ظہور ہوا اور حضرت امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ مبارک سے افریقہ کے دو احمدی بادشاہوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں کا تبرک عطا فرمایا۔ حضور نے اس موقع پر فرمایا:-

"پچانوے سالوں میں اکانوے ممالک میں احمدیت داخل ہوئی تھی اور ہجرت یہاں آنے کے بعد اب صرف تین سال کے عرصہ میں اور تین سال بھی وہ جس میں مخالفین نے جماعت کو مٹانے کی کوشش کی ہے خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے تیئیس ۲۳ نئے ممالک احمدیت کو عطا فرمائے اور امسال ۸۶-۸۷ء میں چھ ۶ نئے ممالک میں احمدیت کا نفوذ ہوا ہے"

ان ممالک کے نام یہ ہیں:- کانگو۔ پاپوا نیوگنی۔ فن لینڈ۔ آئس لینڈ۔ پرتگال۔ ناروے۔ اگلے سال ۸۸-۱۹۸۷ء میں پاکستان کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک میں ۱۲۴ نئی جماعتیں منصۂ شہود پر آئیں اور پانچ نئے ملکوں کے اضافہ کے ساتھ ۱۱۷ ممالک میں احمدیت کا نور پھیل گیا اور اب ۱۹۸۹ء کے آغاز میں یہ تعداد خدا کے فضل و کرم سے ۱۱۹ تک پہنچ گئی ہے۔ اور معاندینِ احمدیت کھلے بندوں یہ اعتراف کر رہے ہیں کہ "قادیانیوں کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے جب سے اپنا مستقر لندن منتقل کیا ہے..... اربوں کھربوں کے منصوبے شروع کر دیئے ہیں"

(رسالہ "ختمِ نبوت" کراچی ۱۳ فروری ۱۹۸۷ء۔ سرورق)

احمدیت کا شاندار مستقبل

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے عہدِ خلافت کے ابتدائی دور میں فرمایا:-

"آپ لوگ اپنے ذرائع، علم، حیثیت کی کمی پر نگاہ نہ رکھیں۔ یہ موجودہ جماعت جن ذرائع سے بنی ہے وہ اس وقت کے ذرائع سے بہت کم تھے اور جب لوگ کئی لاکھ کو کھینچ کر سلسلہ میں لے آئے ہیں تو یہ کئی لاکھ کئی کروڑ کو کیوں نہ لائیں گے۔ تھوڑے ہی دن ہوئے میں نے ایک رؤیا دیکھی کہ میں خطبہ پڑھ رہا ہوں۔ جس میں کہتا ہوں۔ ہمیں اپنے بچوں کی صحت کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ اس وقت جو بوجھ ہمارے کندھوں پر ہے اس سے ہزار گنے زیادہ بوجھ ان کے کندھوں پر ہوگا۔ پس ہماری آئندہ پیدا ہونے والی نسلیں دیکھیں گی کہ دنیا کی زبردست طاقتیں اور قوتیں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گی کہ اب احمدیت کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔ مگر خدا تعالیٰ اسی پر راضی نہ ہوگا۔ وہ جماعت کو اور بڑھاتا جائے گا جب تک لوگ یہ نہ کہہ اٹھیں کہ دنیا میں احمدیت ہی ایک مذہب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانہ میں جب کہ آپ کے ساتھ ایک بھی آدمی نہ تھا فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ تمہاری جماعت اس قدر ترقی کرے گی کہ باقی اقوامِ دنیا کی اس طرح رہ جائیں گی جس طرح آج کل پرانی خانہ بدوش قومیں ہیں۔ پس کچھ لوگ آج مانیں گے۔ کچھ کل۔ کچھ پرسوں۔ اسی طرح روز بروز اور دن بدن جماعت بڑھتی جائے گی اور ساعت بساعت اس کی قوت ترقی کرتی جائے گی۔ غریب، امیر، عام انسان و خواص و بادشاہ اور رعایا حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائے گی۔ یہاں تک کہ ساری دنیا میں یہی سلسلہ رہ جائے گا اور باقی مذاہب اس کے مقابلہ میں اسی طرح ماند ہو جائیں گے جس طرح سورج کے سامنے ستارے ماند پڑ جاتے ہیں۔"

(منہاج الطالبین طبع دوم صفحہ ۶۶، ۶۷)

بطحا کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
بڑھتا رہے وہ نورِ نبوت خدا کرے
قائم ہو پھر سے حکمِ محمدؐ جہان میں
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے

درخواست دعا: مکرم قمر اختر صاحب اورنگ آباد سے لکھتے ہیں کہ:- "میرے بیٹے محمد اکرم سولیجہ کی طبیعت ناساز ہے آئے دن بیمار رہتا ہے اس کی صحت یابی اور تعلیمی حالت میں بہتری کے لئے احبابِ جماعت دعا کریں"

نوٹ: کیا دعا کی درخواست ہمراہ ۲۵/ روپیہ اعانت بدر میں ادا کی گئی ہیں؟ (ادارہ)

دوسری قسط

صد سالہ جشنِ تشکر کا آغاز

اور

ذرائع ابلاغ کی پُر وقار آواز

ہندوستان کے نامور کالم نویس جناب خوشونت سنگھ صاحب کا مندرجہ ذیل مضمون ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں کے ۲۵ سے بھی زیادہ اخبارات نے مختلف اور متعدد زبانوں میں شائع کیا ہے۔ مضمون انور کی فوٹو کے ساتھ ——— (ایڈیٹر)

احمدی مسلمانوں کا شتابدی سمارو۔ تغلق آباد میں نئی مسجد کی تعمیر

احمدیہ شتابدی :۔ اس ہفتہ احمدیہ مسلمان ۱۹۸۹ میں حضرت مرزا غلام احمد (۱۸۳۵ تا ۱۹۰۸) کی طرف سے بھارتیہ پنجاب میں قادیان نامی مقام پر اپنے فرقہ کی بنیادیں رکھے جانے کی ۱۰۰ ویں سالگرہ منا رہے ہیں۔ یہ فرقہ احمدیہ اور قادیانی دونوں ناموں سے جانا جاتا ہے۔ ان کے نکتہ چین ان کے لئے ہمیشہ ایسے الفاظ مرزائی کا استعمال کرتے ہیں اور انہیں مسلمان ماننے سے انکار کرتے ہیں یہ خوش قسمتی ہے کہ تقسیم کے وقت قادیان بھارت میں رہا اور پاکستان میں نہیں گیا جہاں ان کے ساتھ امتیازانہ سلوک کیا جاتا اور سزا دی جاتی رہی ہے۔ انہیں اپنی مسجدوں سے اذان کی اجازت نہیں ہے اور خود کو مسلمان کہنے پر پابندی ہے۔ اور پھر بھی اسلام ان کے لئے کسی بھی دوسری مسلم تنظیم سے زیادہ قابلِ احترام ہے۔ جس سے کہ پیغمبر محمد کا پیغام یورپ، امریکہ، سیاہ فام افریقہ اور یہاں تک کہ اسرائیل تک پہنچایا۔ وہ ان ممالک میں مقبروں اور مدرسوں کو بنانے والوں اور علاقائی زبانوں کے ترجمے شائع کرنے والوں میں سب سے اوّل تھے۔ فرقہ کے عظیم سپوتوں میں چودھری سر ظفر اللہ خان تھے اور آج پاکستان کے واحد نوبل پرائز جیتنے والے ڈاکٹر سلام ہیں۔

پرانے خیالات والے مسلمان مانتے ہیں کہ قادیانی ختم النبی کا اصول (یعنی محمد پیغمبروں میں سب سے آخری تھے۔) سے انکار کرتے ہیں۔ لیکن وہ ایسا نہیں کہتے۔ وہ محمد کو آخری پیغمبر مانتے ہیں لیکن مرزا غلام احمد اور ان کے جانشینوں۔ موجودہ سربراہ مرزا طاہر احمد سمیت انہیں نبی مسیحاؤں کی قطار میں مانتے ہیں جو کہ پیغمبر محمد کا پیغام دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ اس میں اسلام کے خلاف کیا ہے۔ اور پھر احمدیوں کو ہی کیوں لیں اور شیعوں کو چھوڑ دیں جو کہ حضرت علی، حسن اور حسین کو مانتے ہیں اور شیعہ فرقے جیسے کہ اسمٰعیلی جو کہ آغاخان کو بھگوان کا اوتار مانتے ہیں اور دوہرہ سیدنا کو مانتے ہیں۔

میں مذہبی شخصیت نہیں ہوں لیکن ایک سیکولر بھارتیہ کے طور پر ہر شخص کے اس حق کا احترام کرتا ہوں کہ وہ اپنی پسند کے مذہب کو مانے اور اس کا پرچار کرے۔ احمدیہ تغلق آباد میں اپنی شتابدی منانے کے لئے نئی مسجد بنا رہے ہیں۔ مسجدوں کی جگہ اگر وہ زیادہ سکول اور ہسپتال بناتے تو اچھا ہوتا۔

از۔ خوشونت سنگھ

(روزنامہ ہندسماچار جالندھر مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۸۹ء)

۵۰ زبانوں میں کلام پاک کے ترجمہ کی نمائش منعقد کرنے کا فیصلہ

جناب حمید الدین شمس کی پریس کانفرنس

حیدر آباد ۱۹ مارچ (ان س) اقطاعِ عالم میں پھیلے ہوئے فرقۂ احمدیہ کی جانب سے ۲۳ مارچ کو اس کی صدی تقاریب منائی جا رہی ہیں۔ ان تقاریب کے سلسلہ میں دسمبر تک مختلف پروگرام منعقد کئے جائیں گے۔ مولوی حمید الدین شمس انچارج آندھرا پردیش احمدیہ مسلم مشن حیدر آباد نے آج اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے اس بات کا انکشاف کیا۔ انھوں نے مزید بتایا کہ ان تقاریب کے ایک حصہ کے طور پر دنیا بھر میں ایک سو یتیم و بے سہارا اطفال کو متبنّٰی کے طور پر لیا جائے گا اور (۵۰) زبانوں میں کلام پاک کے ترجمہ کی نمائش کا انعقاد عمل میں لایا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ مشن کی جانب سے (۲۷) ایکڑ اراضی لندن میں مختص کی گئی ہے۔ جس کو موضع "اسلام آباد" میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ مولوی حمید الدین شمس نے اس خیال کا اظہار کیا کہ اگر ہم ایک دوسرے مذاہب کا احترام کرنا شروع کر دیں گے تو ساری دنیا کو کئی مسائل و مشکلات سے نجات مل جائے گی۔ ڈاکٹر حافظ صالح محمد علاؤالدین عثمانیہ یونیورسٹی کی قرأت کلام مجید سے اس پروگرام کا آغاز ہوا۔ جب سلمان رشدی کی متنازعہ تصنیف "شیطانی کلمات" سے متعلق پوچھا گیا تو مسٹر کریم اللہ نوجوان احمدیہ مشن نے کہا کہ وہ اس پر تبصرہ نہیں کرنا چاہتے۔ جب اخباری نمائندوں نے اصرار کے ساتھ یہ سوال کیا کہ کیا سلمان رشدی مسلمان ہے یا احمدی ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ "رشدی نہ تو مسلم ہے اور نہ احمدی ہے۔" انھوں نے مزید کہا کہ دنیا کبھی ایسے رشدیوں سے خالی نہیں رہی۔

(روزنامہ منصف حیدر آباد مورخہ ۲۰/۳/۸۹)

جماعت احمدیہ کی صد سالہ تقاریب

حیدر آباد۔ ۱۸ فروری (راست) عالمگیر جماعت احمدیہ کی صد سالہ تقاریب کا آغاز ۲۲ مارچ سے ہوگا۔ جماعت احمدیہ کا قیام آج سے ایک سو سال قبل ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ صوبہ پنجاب کے مقام قادیان میں عمل میں آیا۔ اور پہلے دن صرف چالیس افراد نے حضرت مرزا صاحبؑ کی بیعت کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ جن میں قابل ذکر مہاراجہ کشمیر کے شاہی حکیم اور اپنے وقت کے نامور عالم دین اور مفکر اسلام حضرت حکیم الامت مولانا نور دین صاحب بھی تھے۔ جو جماعت احمدیہ کے پہلے خلیفہ بھی ہوئے۔ بیشتر طبقوں حکومتوں کی شدید مخالفت کے باوجود بڑی تیزی سے دنیا میں پھیلتی چلی گئی۔ اور ہندوستان سے نکل کر امریکہ یورپ براعظم ایشیاء آسٹریلیا سارے افریقہ میں جگہ جگہ ہر گاؤں اور شہر میں ہزاروں مساجد، مشن ہاؤز، ہاسپٹل، اسکولس کالجس قائم کر دیئے۔ جماعت احمدیہ کی تیز رفتار کارروائیوں سے عیسائیت کو شدید نقصان پہونچا خاص طور پر براعظم افریقہ میں عیسائیت کے قدم جماعت احمدیہ نے اکھیڑ دیا۔ اور لاکھوں عیسائی حبشیوں کو داخل اسلام کیا۔ صد سالہ تقاریب جن کا آغاز ۲۳ مارچ سے ہوگا۔ مختلف فلاحی پروگراموں جلسوں پریس کانفرنسوں اور دیگر تبلیغی پروگراموں کے ساتھ تقاریب کا اختتام دسمبر ۱۹۸۹ء کو منعقد ہونے والے جلسہ سالانہ پر عمل میں آئے گا۔

(روزنامہ سیاست حیدر آباد ۲۱/۳/۸۹)

رمضان المبارک میں فدیۃ الصیام کی ادائیگی

از محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان

جماعت مومنین کے لئے ایک بار پھر ان کی زندگیوں میں رمضان المبارک آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو اس ماہ صیام کی برکات سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ ان کے روزے اور دیگر عبادات مقبول ہوں۔

رمضان شریف کے مبارک مہینے میں ہر عاقل و بالغ اور صحت مند مسلمان مرد اور عورت کے لئے روزہ رکھنا فرض ہے۔ روزے کی فرضیت ایسی ہی ہے جیسے دیگر ارکان اسلام کی۔ البتہ جو مرد و عورت بیمار ہو نیز ضعف پیری یا کسی دوسری حقیقی معذوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو۔ اس کو اسلامی شریعت نے فدیۃ الصیام ادا کرنے کی رعایت دی ہے۔ اصل فدیہ تو یہ ہے کہ کسی غریب محتاج کو اپنی حیثیت کے مطابق رمضان المبارک کے روزے کے عوض کھانا کھلا دیا جائے۔ اور یہ صورت بھی جائز ہے کہ نقدی یا کسی اور طریق سے کھانے کا انتظام کر دیا جائے۔ تاکہ وہ رمضان المبارک کی برکات سے محروم نہ رہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک فرمان کے مطابق تو روزہ داروں کو بھی جو استطاعت رکھتے ہوں۔ فدیۃ الصیام دینا چاہیئے۔ تاکہ ان کے روزے قبول ہوں اور جو کمی کسی پہلو سے ان کے اس نیک عمل میں رہ گئی ہے وہ اس زائد نیکی کے صدقے پوری ہو جائے۔

پس ایسے احباب جماعت احمدیہ بھارت جو مرکز سلسلہ قادیان میں جماعتی نظام کے تحت اپنے فدیۃ الصیام کی رقوم مستحق غرباء اور مساکین میں تقسیم کروانے کے خواہشمند ہوں۔ وہ ایسی جملہ رقوم "امیر جماعت احمدیہ قادیان" کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ انشاء اللہ ان کی طرف سے اس کی مناسب تقسیم کا انتظام کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان المبارک کی برکات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور سب کے روزے اور دیگر عبادات قبول فرمائے۔ آمین ؞

ماہ رمضان المبارک

زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، عید فنڈ اور فدیۃ الصیام کی ادائیگی

زکوٰۃ زکوٰۃ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ جس کی ادائیگی ہر صاحب نصاب کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان المبارک کے بابرکت ایام میں بے انتہا صدقہ و خیرات فرمایا کرتے تھے۔ اور مستحقین کی نقد و جنس سے امداد کرنے میں آپ کا ہاتھ تیز ہوا کی طرح چلتا تھا۔ پس احباب جماعت کو بھی چاہیئے کہ اپنے پیارے آقا و مطاع آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں وہ اس مقدس اور بابرکت مہینہ میں جہاں اپنے لازمی چندہ جات کی ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ کریں وہاں صاحب نصاب احباب ابھی سے اپنے ذمہ واجب زکوٰۃ کا حساب کر کے اس کی ادائیگی بھی فرمائیں۔ جملہ عہدیداران اور مبلغین و معلمین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعت کے صاحب نصاب احباب کو اس جانب توجہ دلائیں تا زکوٰۃ کی مد میں زیادہ سے زیادہ وصولی ہو سکے۔ واضح رہے کہ قرآن کریم اور احادیث نبوی کی رو سے امام وقت کی موجودگی میں زکوٰۃ کی رقم مد بیت المال میں جمع ہونی چاہیئے۔ اندریں صورت کسی بھی جماعت یا فرد کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے طور پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرے۔ بلکہ ہر فرد و جماعت کی کل زکوٰۃ مرکزی بیت المال میں آنی چاہیئے۔ البتہ اگر کوئی فرد یا جماعت جمع شدہ زکوٰۃ کی رقم کا کچھ حصہ مقامی مستحقین میں تقسیم کرنا چاہے تو اس کے لئے نظارت بیت المال آمد کے توسط سے درخواست کر کے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قائم فرمودہ مرکزی سب کمیٹی زکوٰۃ کی باضابطہ منظوری حاصل کرنا ضروری ہے۔

پس ایسے صاحب نصاب افراد جماعت جنہوں نے تاحال اپنے ذمہ واجب زکوٰۃ کی رقم ادا نہ کی ہو، سے گزارش ہے کہ وہ جلد از جلد اس کی ادائیگی کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ مسائل زکوٰۃ سے متعلق ضروری واقفیت حاصل کرنے کے لئے "رسالہ زکوٰۃ" نظارت ہذا سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

صدقۃ الفطر ماہ رمضان المبارک میں صدقۃ الفطر کی ادائیگی بظاہر ایک چھوٹا اور معمولی سا حکم ہے۔ مگر حقوق العباد سے تعلق رکھنے والے بعض احکام جو بادی النظر میں بہت معمولی دکھائی دیتے ہیں وہ حقیقت میں بہت بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اُن کی بجا آوری اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور عدم بجا آوری خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو سکتی ہے۔ منجملہ ان احکام کے ایک حکم صدقۃ الفطر سے بھی تعلق رکھتا ہے جس کی ادائیگی ہر مسلمان مرد و زن اور بچے پر فرض ہے۔ حتیٰ کہ معذورین کی طرف سے بھی ان کے سرپرستوں اور مربیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ادائیگی کریں۔ احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ غلام اور نوزائیدہ بچوں کی طرف سے بھی صدقۃ الفطر کی ادائیگی فرض ہے۔ اس کی مقدار اسلام نے ہر ذی استطاعت فرد کے لئے ایک صاع (عربی پیمانہ) گندم مقرر کی ہے۔ جو کہ کم و بیش پونے تین سیر کا ہوتا ہے۔ سالم صاع کا ادا کرنا افضل اور اعلیٰ ہے۔ البتہ جو شخص سالم صاع ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ نصف صاع بھی ادا کر سکتا ہے۔ صدقۃ الفطر چونکہ نقدی کی صورت میں بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے جماعتیں غلہ کے مقامی نرخ کے مطابق فطرانہ کی شرح مقرر کر سکتی ہیں۔ صدقۃ الفطر کی ادائیگی عید الفطر سے پہلے ہونی چاہیئے۔ تا مستحقین کی ضروریات بروقت پوری کی جا سکیں۔ فطرانہ کی کل جمع شدہ رقم کا ½ حصہ مقامی غرباء و یتامیٰ میں تقسیم کیا جائے اور بقیہ ½ حصہ مرکز میں بھجوایا جائے۔ البتہ جن جماعتوں میں صدقۃ الفطر کے مستحق افراد نہ ہوں وہ ایسی تمام رقوم مرکز میں بھجوائیں۔ یاد رہے کہ صدقۃ الفطر کی رقم سے دیگر مقامی ضروریات پر خرچ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ پنجاب، دہلی اور یوپی میں ایک صاع کی اوسط قیمت چھ روپے اور نصف صاع کی قیمت تین روپے بنتی ہے۔

عید فنڈ یہ فنڈ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے قائم ہے۔ حضور علیہ السلام نے اپنے زمانۂ مبارک میں اس کی شرح ہر برسر روزگار فرد جماعت کے لئے ایک روپیہ فی کس مقرر فرمائی تھی۔ لیکن اب جبکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے احباب جماعت کی آمدنیوں میں خاطر خواہ اضافہ ہو چکا ہے۔ اس فنڈ کو ایک روپیہ فی کس تک محدود رکھنا مناسب نہیں۔ بلکہ ہر دوست کو حسب توفیق عید فنڈ میں حصہ لینا چاہیئے۔ واضح رہے کہ عید فنڈ مرکزی چندہ ہے۔ اس لئے اس کی کل رقم مرکز میں بھجوائی جائے۔

فدیۃ الصیام جو احباب اپنی کسی جائز اور حقیقی مجبوری کی وجہ سے روزہ رکھنے سے معذور ہوں، اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ فدیۃ الصیام ادا کریں۔ یعنی جو کھانا وہ خود کھاتے ہوں کسی غریب

آدمی کو کھلا دیں یا اس معیار کے مطابق رقم مرکز میں ارسال کریں۔ قرآن مجید کی روشنی میں ہر صاحب استطاعت کے لئے روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ فدیۃ الصیام ادا کرنا مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے جملہ احباب جماعت کو رمضان المبارک کی برکات سے زیادہ سے زیادہ متمتع کرے اور ان کے اموال و نفوس میں خیر و برکت عطا فرمائے۔ آمین

سیکرٹریان مال جماعت ہائے احمدیہ بھارت سے درخواست ہے کہ براہ مہربانی اس سرکلر کے نفس مضمون سے احباب جماعت کو بار بار آگاہ کریں اور اپنی جماعت کے تمام صاحب نصاب افراد کی مکمل فہرست ان کے پوسٹل ایڈریسز کے ساتھ نظارت ہذا کو ارسال فرما دیں تا دفتری سطح پر بھی ان سے رابطہ قائم کیا جا سکے۔ جزاکم اللہ خیراً۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

صد سالہ جشن تشکر بنگلور میں

محترم صدر صاحب جماعت احمدیہ بنگلور کی جانب سے یہ اعلان ہے کہ

مورخہ ۱۳، ۱۴ مئی ۱۹۸۹ء بنگلور سٹی ٹاؤن ہال میں آل کرناٹک احمدیہ صد سالہ جشن تشکر جلسہ منعقد ہوگا۔ کرناٹک کی جماعتوں کو بالخصوص جلسہ میں شمولیت کی دعوت ہے۔ جنوبی ہند یعنی حیدر آباد، مدراس، کیرلہ یا بھارت کی دوسری جماعتوں سے جو دوست جلسہ میں شرکت فرما رہے ہوں مندرجہ ذیل پتہ پر اپنی آمد کی اطلاع دے کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ اور کثیر تعداد میں تشریف لا کر جلسہ کی رونق بڑھائیں۔ یہ جلسہ آل کرناٹک صد سالہ جشن تشکر کے طور پر ہوگا۔ قیام و طعام کا انتظام مرکزی جوبلی کمیٹی کرناٹک کے ذمہ ہے۔

"DARUL-FAZAL" 327, TIPPUSULTAN
PALACE ROAD. BANGALORE-560002

دعائے مغفرت

مکرم منور احمد صاحب بی اے قائمقام صدر جماعت احمدیہ موسنی بنی ماٹنز تحریر فرماتے ہیں کہ

افسوس کہ خاکسار کی بھاوج زلیخا بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم مبارک احمد صاحب مورخہ ۱۰/۳/۸۹ بعمر ۵۸ سال وفات پا گئی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحومہ بہت سی نیک خصائل رکھتی تھیں۔ بہت مخیر، بیوگان، یتامیٰ اور مساکین کی پرورش کرنے والی سائل کو کبھی خالی ہاتھ واپس نہ لوٹانے والی اور چندہ جات میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی نیک خاتون تھیں۔

خاکسار کی والدہ محترمہ کا انتقال چھوٹی عمر میں ہو گیا تھا۔ بھاوجہ مرحومہ نے ہی میری تعلیم و تربیت کا انتظام کیا اور گریجویشن کرایا۔ ان کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے سلسلہ کی بھرپور خدمت کی توفیق دے رکھی ہے۔ فالحمد للہ۔

اعلیٰ قسم کی مہمان نواز اور غریب پرور اور علماء سلسلہ سے اپنے لئے اپنے بچوں اور خاندان کے لئے دعائیں کرواتی تھیں

اور مقامی مبلغ کو بتاتیں کہ میں ایسی بیماری میں مبتلا ہوں کہ اگر حضرت اقدس خلیفۃ المسیح کی دعائیں میرے ساتھ نہ ہوتیں تو کب کی مر چکی ہوتی۔ حضور انور کی ہر تحریک میں حصہ لیتی تھیں۔ نصرت جہاں لائبریری قادیان میں ایک ہزار روپیہ ادا کر کے معاون خاص بننے کی توفیق پائی۔ دو یتیموں کے نام اپنی زندگی میں ماہانہ وظیفہ لگا گئیں۔

مرحومہ بہت دنوں سے بیمار چلی آ رہی تھیں۔ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مجوزہ نسخہ بھی استعمال کیا جاتا رہا۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے بھی دوا دی۔ خدائی تقدیر غالب آئی اور مرحومہ وفات پا گئیں۔ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کا حامی و ناصر ہو اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ٭

حصول ثواب کا زریں موقعہ

تحریک جدید کے مجاہدین اپنے پیارے امام کی خصوصی دعاؤں سے بہرہ ور ہوں

احباب جماعت کے لئے رمضان المبارک کی آمد آمد یقیناً انتہائی خوشی کا باعث ہے ماہ صیام میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اُمور خیر میں بڑھ چڑھ کر قدم اُٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں کا وارث ٹھہرتے ہیں۔

چندہ تحریک جدید ایک عظیم نیکی اور جہاد کبیر ہے۔ احباب جماعت اس کی ادائیگی میں پیش قدمی دکھائیں۔ اور اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی دعاؤں سے حصہ پانے کے لئے ۲۹ رمضان المبارک سے قبل اپنے کئے ہوئے وعدہ جات کا عملی طور پر ایفاء کر دیں تا دفتر وکالت مال کی طرف سے جو دعائیہ فہرست حضور کی خدمت میں ارسال کی جا رہی ہے اس میں ان کے اسمائے گرامی بھی شامل کئے جا سکیں۔ سیکرٹریان الیف فہرست مئی ۸۹ء تک ارسال فرمائیں۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

دعائے مغفرت

افسوس مکرم چوہدری محمد احمد صاحب درویش قادیان مورخہ ۸/۴/۸۹ء کو اچانک وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ـــــ مرحوم حضرت چوہدری نور احمد صاحب خزانچی محاسب صدر انجمن احمدیہ کے ہاں قادیان میں پیدا ہوئے آپ پیدائشی احمدی تھے تقسیم ملک کے وقت قادیان میں بطور درویش رہے اور کلرک کی حیثیت سے صدر انجمن احمدیہ کے مختلف دفاتر میں خدمات بجا لانے کی توفیق ملی گذشتہ بارہ سال سے لوکل انجمن احمدیہ میں بطور سیکرٹری مال خدمت بجا لا رہے تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد بھی دفتر محاسب میں بطور محرر کام کر رہے تھے موقعہ ملا گذشتہ پنجم ماہ سے بعارضہ قلب بیمار تھے علاج معالجہ سے حالت سدھر گئی تھی اور چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تھے وفات سے قبل بعد دوپہر احمدیہ بازار میں گئے ہوئے تھے عصر کے بعد گھر پہنچے اور رات ساڑھے ۸ بجے تک طبیعت بالکل ٹھیک رہی گیارہ بجے اچانک دل کا حملہ ہوا اور قبل اس کے کہ کوئی طبی امداد پہنچ پاتی قریباً ستر سال کی عمر میں اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

چھوٹی بیٹی اور داماد اطلاع ملنے پر دہلی سے قادیان پہنچے بوقت ۵ بجے شام محترم ملک صلاح الدین صاحب قائمقام امیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی کثیر تعداد میں احباب نماز جنازہ میں شامل ہوئے اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی ....

ہوتے رہتے ہیں مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند ... اور کئی خوبیوں کی مالک تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپ کے خطوط

"بدر" کا جشن تشکر نمبر اور اقوام عالم کے تہوار

محترم ایس۔ ایم۔ مشتاق صاحب ایڈیٹر کے نام لکھنؤ سے تحریر فرماتے ہیں کہ "بدر" کا صد سالہ جشن تشکر نمبر ملا۔ ماشاء اللہ بہت اچھا ہے۔ بڑی محنت کی گئی ہے۔ آپ اور جملہ کارکنان "بدر" کو مبارک باد۔ واقعی بہت خوبصورت TITLE اور مضامین کا انتخاب بہت عمدہ ہے آخر تک پڑھا۔ ایک کمی کھٹک رہی ہے۔ کہ اگر پرچہ PUND ہو جاتا تو اور اچھا ہوتا۔

مولوی صاحب! صد سالہ احمدیہ جشن تشکر کی گواہی تو زمین اور آسمان دے رہے ہیں تو اس طرح کہ جیسا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی پیغام میں بتایا ہے کہ ایک ایسا مصلح باذن الٰہی مبعوث ہوا کہ "جس نے پراگندہ تصور کو وحدت کا جامہ پہنایا۔ اس طور سے بھی اس وحدت کا ظہور ہوا کہ ۲۳/ مارچ کے ارد گرد اقوام عالم کے مشہور تہوار اکٹھے ہو گئے جو اس سے قبل دیکھنے میں نہیں آئے ۲۴/ مارچ کو ہندوؤں کا تہوار ہولی۔ اور زرتشتیوں کا تہوار EATA منائے گئے ۲۲/ مارچ کو مسلمانوں نے شب برات کا تہوار بڑی دھوم دھام سے منایا (یہ تہوار غیر احمدی مسلمان ایک کمزور روایت کی بنا پر مناتے ہیں) اور ۲۳/ مارچ کو چودھویں کا چاند بھی طلوع ہوا یہ بتانے کے لئے کہ خدا تعالیٰ کا مسیح اور مہدی چودھویں صدی میں مبعوث ہوا ہے۔ اسی طرح عیسائیوں نے ۲۴/ مارچ کو اپنا مشہور تہوار GOOD FRIDAY منایا۔ گویا صد سالہ احمدیہ جشن تشکر کے موقعہ پر زمین و آسمان کی سب گواہیاں جمع ہو گئی ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

محترم! آپ نے "بدر" کے صد سالہ جشن تشکر نمبر کو پسند فرمایا۔ شکریہ کمی محسوس کی گئی ہے تہواروں کے جمع ہونے کے سلسلہ میں آپ کا نقطہ نگاہ قابل قدر ہے پنجاب میں بھی اسی تاریخ کے پاس ہمارے سکھ بھائیوں نے بھی اپنا ایک تہوار پر وقار طور پر منایا۔ بلکہ سیاسی سطح پر ہندوستان اور پاکستان میں بھی اسی روز عظیم تہوار منائے گئے۔ ہندوستان میں۔ ۲۳/ مارچ کو سردار بھگت سنگھ کا شہیدی تہوار بڑی دھوم سے منایا گیا اور پاکستان میں اسی تاریخ کو یوم پاکستان منایا جاتا ہے۔ پس حقیقت یہی ہے کہ احمدیہ صد سالہ جوبلی کے موقعہ پر زمین و آسمان پر خوشیاں منائی گئی ہیں۔

ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار　(درثمین)

(ایڈیٹر)

نصاب معلمین وقف جدید

قبل ازیں بذریعہ اخبار بدر مجریہ ۱۹/ جنوری ۱۹۸۹ء معلمین وقف جدید کے دینی نصاب کے طور پر "دینیات کی دوسری کتاب" مقرر کی گئی تھی۔ جو کہ اسٹاک میں موجود نہیں ہے۔ لہذا اب بمشورہ محترم ناظم صاحب وقف جدید اسکی بجائے۔

(الف) "اسلام کی پہلی اور دوسری کتاب" تصنیف مولانا چوہدری محمد شریف صاحب رکھی گئی ہے

(ب) "اربعین اطفال"

معلمین وقف جدید مطلع رہیں

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

SK. GHULAM HADI & BROTHERS, READYMADE GARMENTS DEALERS
CHANDAN BAZAR, BHADRAK, DISTT - BALASORE (ORISSA)

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

(الہام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پیشکش :- عبدالرحیم و عبدالرؤف، مالکان حمید ساری مارٹ۔ صالح پور۔ کٹک (اڑیسہ)

YUBA
QUALITY FOOT WEAR

الیس اللہ بکاف عبدہٗ

(پیشکردہ)

بانی پولیمرز۔ کلکتہ۔ ۴۶۔ ٹیلیفون: ۲۰۶-۵ ۵۱۳۷، ۴۰۲۸-۴۳

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ
(حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

منجانب :- ماڈرن شو کمپنی ۳۱/۵/۶ لوئر چیت پور روڈ ۔ کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۷۳

MODERN SHOE CO

31/5/6 LOWER CHITPUR-ROAD

PH. 275475
RESI. 273903

CALCUTTA - 700073

درخواست دعا

عزیز نسیم احمد شریف صاحب متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان لکھتے ہیں۔ عرض خدمت یہ ہے کہ خاکسار کی والدہ کا بائی پاس آپریشن ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ آپریشن کامیاب رہا مگر کافی کمزوری لاحق ہے اس لئے انکی صحت کاملہ نیز والد صاحب کے کاروبار میں برکت دے نیز اور بہن بھائی کی پڑھائی میں نمایاں کامیابی کے لئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔
(ادارہ)

الدِّینُ النَّصِیحَۃُ
ترجمہ :- دین کا خلاصہ خیر خواہی ہے

MOHAMMED RAHMAT PHONE C/O 896008

AZ

SPECIALIST IN ALL KINDS
OF TWO WHEELER
MOTOR VEHICLES

45-B PANDUMALI COMPOUND
DR-BHADKAMKAR MARG BOMBAY-PH- 400008.

"اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْآنِ"
ہر قسم کی خیر و برکت قرآن مجید میں ہے
(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

THE JANTA PHONE - 279203
CARDBOARD BOX MFG. CO.
MANUFACTURERS OF ALL KINDS OF CARDBOARD
CORRUGATED BOXES & DISTINCTIVE PRINTERS.
15, PRINCEP STREET, CALCUTTA-700072.

استاد بوک
آشا پر تشتر

اسلام لاؤ تو ہر خرابی ۔ برائی ۔ اور نقصان سے محفوظ ہو جاؤ گے

محتاج دعا :- یکے از ارکین جماعت احمدیہ بمبئی (مہاراشٹر)

قائم ہو پھر سے حکم محمد جہان میں ۔ ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے

رائچوری الیکٹریکلس (الیکٹرک کنٹریکٹر)

RAICHURI ELECTRICALS & ELECTRIC CONTRA CTORE
TARUN BHARAT CO OP HOUSE SOCT
PLOT NO. 6 GROUND FLOORE OLD CHAKALA
OPP CIGARETTE HOUSE ANDHERI (EAST)
OFFICE 6348179
PH:-RESI 6289389 BOMBAY 400099

اَطِعْ اَبَاکَ
اپنے باپ کی اطاعت کر
(حدیث نبوی)

SAW MILLS & FOREST CONTRACTORS
DEALERS IN TIMBER TEAK POLES, SIZES
FIRE WOOD, MANUFACTURERS OF WOODEN
FURNITURE ELECTRICAL ACCESSORIES ETC
Po VANIYAMBALAM
(KERALA)

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز

الرحیم جیولرز

پروپرائٹر :- سید شوکت علی اینڈ سنز

(پتہ)

خورشید کالونی مارکیٹ جمہوری ناظم آباد کراچی فون ۔ ۶۲۹۴۴۳

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
(درثمین)

AUTOWINGS,
15, SANTHOME HIGH ROAD
MADRAS - 600004
PHONE NO { 76360 / 74350

آٹو ونگس

ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء
(الہام حضرت مسیح پاک علیہ السلام)

{تیری مدد وہ لوگ کریں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے}

پیشکش ہم کرشن احمد گونم احمد اینڈ برادرس۔ سٹاکسٹ جیوٹ ڈیلرز۔ مینڈ میدان روڈ۔ بھدرک ۵۶۱۰۰ (اڑیسہ)
پروپرائیٹر:- شیخ محمد یونس احمدی۔ فون نمبر 294

"فتح اور کامیابی ہمارا مقدر ہے"
(ارشاد حضرت ناصر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ)

احمد الیکٹرانکس
کورٹ روڈ اسلام آباد (کشمیر)

گڈلک الیکٹرانکس
انڈسٹریز روڈ اسلام آباد (کشمیر)

ایمپائر ریڈیو۔ ٹی۔ وی۔ اوشا پنکھوں اور سلائی مشین کی سیل و سروس

"ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے"
(کشتی نوح)

پیشکش:-
ROYAL AGENCY
PRINTERS BOOK SELLERS & EDUCATIONAL SUPPLIERS
CANNANORE-670001-PH-4498 (KERALA)
HEAD OFFICE:-PO-PAYANGADI-670303-PH-12

"پندرھویں صدی ہجری غلبہ اسلام کی صدی ہے"
(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)
(پیشکش)

SAIRA Traders
WHOLESALE DEALER IN HAWAI & PVC CHAPPALS
SHOE MARKET, NAYA POOL, HYDERABAD-500002
PHONE-522860

"قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے" - ملفوظات جلد ہشتم
الائیڈ پروڈکٹس
بہترین قسم کا گاوتیا کرنے والے - فون ۴۲۹۱۴
(پتہ)
۲۲۰/۴/۲ عقب کاچیگوڑہ ریلوے سٹیشن حیدرآباد ۲۷ (آندھرا پردیش)

AUTHORISED JEEP JOBBERS PARTS
Lucas TVS
AUTHORISED DISTRIBUTORS
AMBASSADOR · TREKKER
BEDFORD · CONTESSA
AUTHORISED DEALERS
PERKINS P3 P4 P5 P6/354

آٹو ٹریڈرز
ہر قسم کی گاڑیوں۔ پیٹرول و ڈیزل کار۔ ٹرک۔ بس۔ جیپ — تارکا پتہ - "AUTOCENTRE"
اور ماروتی کے اصلی پرزہ جات کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں۔ ٹیلیفون نمبرز 28-5222 28-1652
۱۴- مینگولین کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱
AUTOTRADERS 16 MANGOELANE CALCATTA-700001

"ہمارا اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں"
(کشتی نوح)

AIR®
CALCUTTA-15

پیش کرتے ہیں:-
آرام دہ مضبوط اور دیدہ زیب ربرشیٹ، ہوائی چپل، نیز ربر، پلاسٹک اور کینوس کے جوتے!